حسبِ خواہش فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم

ماہنامہ نورِ اسلام شرقپور شریف کے معروف سلسلہ مضامین "امراء بر درِ فقراء"

میں سے ان مضامین کا انتخاب جن کا تعلق آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے ہے

ضیاء الفقراء

کاوش: جناب محمد انور قمر شرقپوری

ترتیب:

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

ناشر

ادارۂ علم و ادب ⊙ والٹن روڈ، لاہور

Marfat.com

86575

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــ ضیاء الفقراء

کاوشش ـــــــ جناب محمد انور قمر شرقپوری

ترتیب ـــــــ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

اشاعت (اول) ـــــــ اکتوبر ۱۹۹۷ء

تعداد ـــــــ گیارہ سو

ناشر ـــــــ ادارہ علم و ادب، والٹن روڈ لاہور

کمپوزنگ : الممالک کمپوزرز سرور مارکیٹ اردو بازار لاہور

قیمت ـــــــ /60

رابطہ بذریعہ ڈاک ـــــــ مکان نمبر E31/1ORI میجر طارق شریف شہید سٹریٹ النور ٹاؤن، ورکشاپ سٹاپ، والٹن روڈ لاہور کینٹ

فون : 5813070

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ شیر ربانی، کاشانۂ شیر ربانی بزد داتا دربار، لاہور

۲۔ کرم پبلی کیشنز، سرور مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

۳۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

۴۔ مکتبہ قادریہ، داتا دربار روڈ۔ لاہور

۵۔ مکتبہ فاروقیہ رضویہ، گوجر پورہ، باغبان پورہ، لاہور

۶۔ مکتبہ اشرفیہ، مریدکے، ضلع شیخوپورہ

۷۔ مکتبہ نوریہ، قصور

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	تسمیہ	4
2	اسم ذات	5
3	اسم پاک	6
4	بلغ العلاء بکمالہ	7
5	نقش اول	8
6	رت جگوں کے تحفے	12
7	"حرف تعارف"	16
8	اللہ ھو	22
9	تبادلہ قسمت	39
10	نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	52
11	ایک مرد درویش پولیس افسر	67
12	دامان فیض عام	86
13	تکمیل آرزو	98
14	دور بین	112
15	کنارا بھی سہارا بھی	123
16	نعت کی برکتیں	143
17	تعمیر مسجد کے لئے ایک روپیہ	159
18	ابا جی	169
19	معالج	179

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

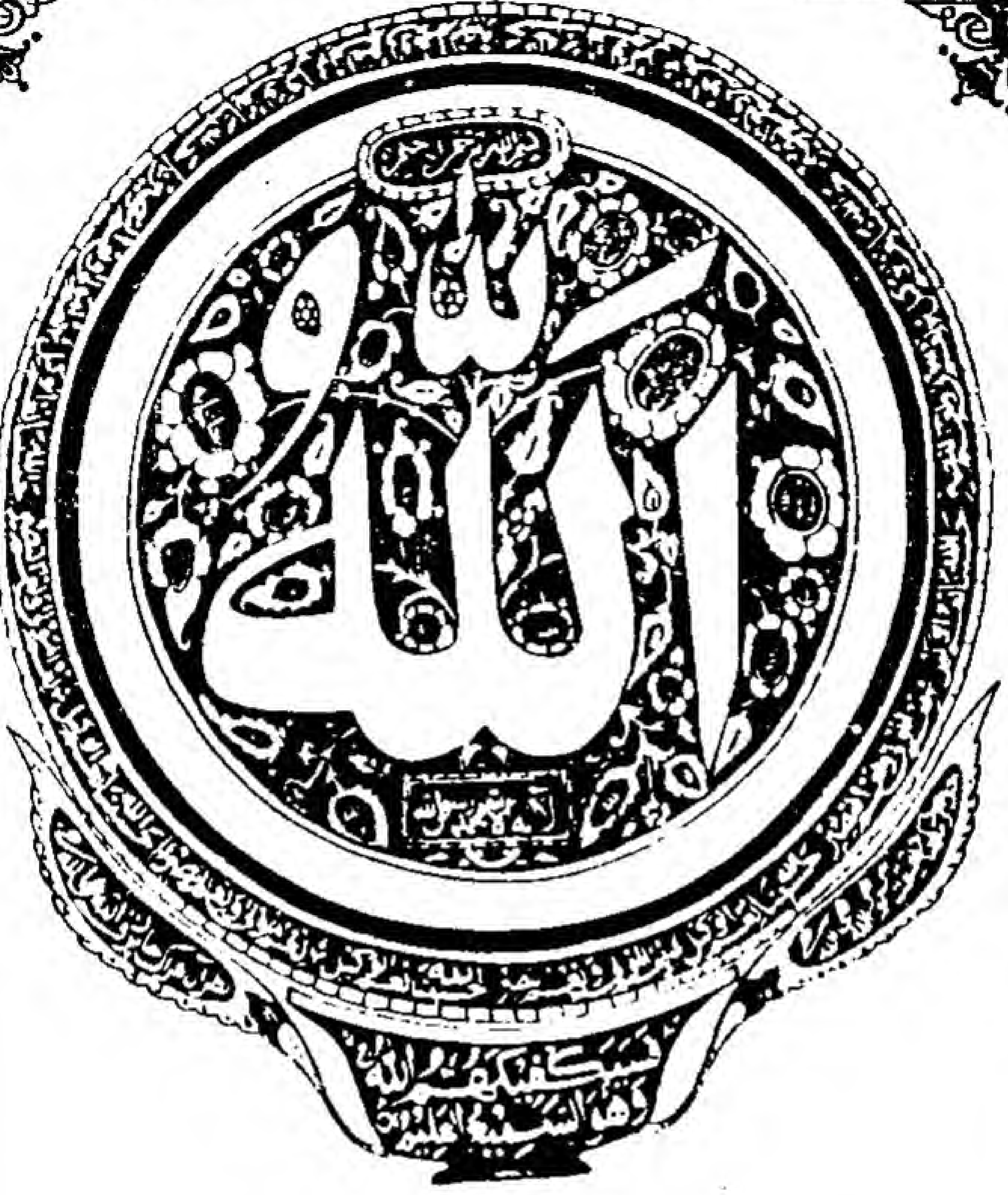

قطعہ اسمِ ذات جو اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی حضرت
میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک
سے رقم فرمایا جس سے آپ کے عشقِ الٰہی کا بخوبی
اندازہ ہوتا ہے، پتّے پتّے میں اسمِ ذات نہایت
خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

قل یا ایہا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا

رحمۃ للعالمین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

خاکسار تاج زریں رقم

Marfat.com

نقش اول

فخرالمشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم شرقپوری کی زیرادارت شائع ہونے والا ماہ نامہ "نور اسلام" شرقپور شریف اپنی اشاعت کا بیالیسواں سال مکمل کر رہا ہے۔ صاحبزادہ صاحب کی ابتداء سے اب تک یہی کوشش رہی ہی کہ اس کا ہر شمارہ پہلے سے بہتر اور منفرد ہو۔ علاوہ ازیں اس کے حلقہ تحریر میں نئے لکھنے والے اور بہتر لکھنے والے شامل ہوتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلامی صحافت کی صف اول میں ماہنامہ "نور اسلام" شرقپور شریف کا شمار ہونے لگا ہے۔

مارچ 1990ء میں "نور اسلام" نے ایک نئے سلسلہ مضامین کا آغاز کیا' جو آج تک بفضلہ تعالی چل رہا ہے۔اس سلسلہ مضامین میں "امراء بر در فقیر" کے عنوان سے بزرگان دین کے سوانح میں سے ان واقعات کو لیا گیاجن کے تحت کوئی امیریا امیر زادہ اللہ تعالی کے (اولیاء) فقیروں کی بارگاہ اقدس میں آیا اور من پسند انعامات سے جھولیاں بھر کے واپس لوٹا۔

تاریخی اور واقعاتی اعتبار سے یہ باتیں کوئی نئی نہ تھیں مگر علامہ محمد انور قمر شرقپوری صاحب نے ان واقعات کو ایک نیا انداز دیا ہے۔ یہ ایسا تھا جو نور اسلام کے قارئین کو بے حد پسند آیا۔ یہاں تک کہ نئی دہلی(بھارت) میں کثیرالاشاعت ماہ نامہ" الھدیٰ" اسلامی ڈائجسٹ نے اپنے مستقل عنوانات مین اس سلسلہ کو شامل کرلیا۔

اس سلسلہ مضامین میں علامہ صاحب کے قلم سے ایسے مضامین بھی لکھے گئے جن کا تعلق آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے تھا۔ ایسے مضامین کی تعداد دس گیارہ تک پہنچ

Marfat.com

چکی ہے۔

جب بابو خدابخش (ایک مرد درویش پولیس افسر) کے بارے میں مضمون چھپا تو فخرالمشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی کہ اس مضمون کو الگ چھاپ کر پولیس کے مختلف دفاتر میں بھیجا جائے کہ شائد اس نفسانفسی کے عالم میں کئی دوسرا پولیس افسر بابو خدابخش کی زندگی کو اپنا سکے۔

میاں صاحب نے فرمایا"ہاں ایسا ہو سکتا ہے" بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ "امراء بر در فقراء" کے تحت چھپنے والے ایسے سب مضامین کو کتابی شکل میں کر دینا چاہیے جن کا تعلق آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں یہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی کرامت سمجھی جائے گی کہ اکتوبر 1996ء کو بابوخدا بخش والے مضمون کو الگ چھاپ دینے کی سعادت ملک نور الٰہی صاحب ڈاکٹر شرقپوری کے حصے میں آئی۔ اور آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے تعلق رکھنے والے مضامین کو ایک مختصر کتاب میں پیش کرنے کی سعادت میرے حصے میں آرہی ہے۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کے تذکروں میں ان مضامین کے اجمالی حالات ملتے ہیں۔ مگر محمد انور قمر صاحب شرقپوری نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ انہوں نے صاحب واقعہ سے متعلق(ان کے بیٹے پوتے نواسے یا اس کے کسی عزیز) سے مل کر زیادہ سے زیادہ صحت مند معلومات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ صاحب ایک صاحب طرز انشاء پرداز ہیں انہوں نے ہر بات کے لیے نہایت

Marfat.com

موزوں الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے ان مضامین کا لکھا ہے۔۔۔دسمبر 1996ء میں شرقپور شریف میں میری ان سے ملاقات ہوئی اس ملاقات اور تعارف کا باعث بھی یہی مضامین بنے۔ ماہ نامہ " نور اسلام" میں امراء بر در فقراء کو پڑھتا تو اس صاحب قلم سے ملنے کو جی چاہتا۔اور پھر یہی شوق اور جستجو مجھے ان کی چوکھٹ تک لے گئی۔ انہون نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے اپنے اخلاص اور اخلاق سے نہایت متاثر کیا اور اپنے پیار بھرے دل میں مجھے بھی جگہ دیدی۔اور میری کتاب چشمہ فیض شیر ربانی کی تکمیل میں خاصی مدد کی۔

مسلک کے اعتبار سے آپ نقشبندی مجددی ہیں اور فخرالمشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ آپ کے حالات پر حضرت میاں صاحب کی خاص توجہ ہے۔ اہل سنت کے مصنفین کی معروف تنظیم پاکستان سنی رائٹرز گلڈ (رجسٹرڈ) کے فعال رکن اور سیکرٹری نشرواشاعت رہ چکے ہیں۔

اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری اور حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق وہ مضامین جو رسالہ " نور اسلام" میں امراء بر در فقراء کے عنوان سے چھپے انہیں کتابی شکل میں پیش کرکے ان سینکڑوں متوسلین آستانہ عالیہ شرقپور شریف اور قارئین ماہ نامہ " نور اسلام" کے خطوط کی فرمائش کی بجاآوری ہے' جنہوں نے اپنے شوق مطالعہ کے پیش نظر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں پیش کیا جائے۔

اسطرح اس کتاب کی وساطت سے آپ کو دوبارہ ان مضامین کو پڑھنے کا موقعہ مل

Marfat.com

رہا ہے جن کو آپ ماہنامہ "نوراسلام" شرقپور شریف کے صفحوں میں پڑھ چکے ہیں۔

طالب دعاء

محمد یسین قصوری نقشبندی

نزیل لاہور

اکتوبر ۹۷ء

Marfat.com

هوالغفور

۹۲-۸۶ء

رت جگوں کے تحفے

میری آنکھ نے وہ جلوہ نہیں دیکھا۔ اگر وہ جلوہ ء زیبا پیش نظر ہوتا' توفارجع البصر کے حکم کی تعمیل میں اسے بار بار دیکھتا۔ کہ نظر کی تکرار بھی نظر کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ محبوب کی دید نہ ہو تو اس سے اندھا ہونا زیادہ بہتر ہے۔ الحمد للہ میں ان اندھوں میں نہ ہوا' جن کی آنکھیں بھی تھیں' روئے زیبا بھی پیش نظر تھا' لیکن وہ اسے دیکھ ہی نہ سکے۔ میرے نزدیک پتے کے رنگ میں ڈوب جانے والا بھی اندھا ہی ہے' جو اس کے رنگ میں ہی محو ہو گیا' لیکن اس پتے میں رنگ بھرنے والے کو نہ دیکھ سکا' حالانکہ وہ بھی وہیں کہیں چھپا ہوا تھا۔ اگر تیری آنکھ کمزور ہے اور تو اس کو نہیں دیکھ سکتا' تو کسی ماہر کاریگر سے اس کو دیکھنے والی عینک لے آ۔ وہ تمہیں تیری صلاحیت کے مطابق دورونزدیک سے دیکھنے والی عینک دے سکتا ہے۔ اور وہی تیری نظر کی کمزوری کا علاج ہے۔

میں شرقپور شریف کی گلیوں بازاروں کو دیکھتا ہوں۔ ان پتھریلی اور سخت اینٹوں' دیواروں' سڑکوں اور چوکوں کی نکروں میں شائد کسی کو ان کی سختی اور پتھریلے پن سے زیادہ نظر نہ آتا ہو۔ لیکن مجھے تو ان کی سختی اور پتھریلے پن کیساتھ ہر جگہ وہ بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے ان کو "شریف" بنایا۔ اگر گلیاں اور عمارتیں ہی دیکھتا ہوں تو لاہور یا

Marfat.com

کسی روشنیوں کے شہر کو دیکھ لینے سے آنکھیں بھر جاتیں۔ پھر شرقپور شریف کی خستہ سڑکوں کو چومنے کون جاتا۔ وہی جاتا ہے جس کو ان کے علاوہ بھی بہت کچھ نظر آتا ہے۔

ظاہری آنکھ صرف جسم کو دیکھتی ہے۔ اور روح کی آنکھ جسم اور روح دونوں کو دیکھتی ہے۔ جسمانی آنکھ سے دیکھنے والا جسم کو مردہ حالت میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مر گیا ہے۔ اب یہ خاک میں دفن ہو کر خاک ہی میں مل جائیگا۔ اسے کیا خبر کہ کونسا جسم کیڑے مکوڑوں کی خوراک کیلئے بنایا گیا ہے اور کونسا جسم قبل و بعد از مردن بھی جسموں اور روحوں کی زندگیوں کو جلا دینے کیلئے بنائے گئے ہیں ؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "اخبارالاخیار" میں حضرت شیخ احمد بدایونی (۷۰۱-۷۶۹) کے حالات زندگی لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ میرے دوستوں میں سے تھے بڑے صالح اور درویشوں سے محبت کرنے والے ابدال صفت بزرگ تھے۔ اگرچہ باضابطہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر دن رات کا شغل شرعی مسائل میں انہماک تھا آپ کے وصال فرمانے کے بعد ایک دفعہ آپ کو خواب میں دیکھا۔ ملاقات ہوئی تو انہوں نے روائتی ظاہری حیات کے معمول کے مطابق مجھ سے شرعی مسائل ہی دریافت فرمائے میں نے ان سے عرض کیا جو کچھ آپ دریافت فرما رہے ہیں ان کا تعلق دنیا کی زندگی سے ہے۔ اور بحالت موجودہ تو آپ مردہ ہیں اس لیے آپکو ان مسائل کی کیاضرورت ہے ؟ تو انہوں نے میرا جواب سن کر فرمایا۔ نظام الدین اللہ تم پر رحم فرمائے تم بھی اولیاء اللہ کو مردہ ہی سمجھتے ہو ؟

Marfat.com

میرے نزدیک اولیاء اللہ مردہ ہی ہوتے ہیں لیکن ایسے مردہ نہیں جنہیں منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا جاتا ہے' بلکہ ایسے مردہ جو موتو اقبل ان تموتوا کی تفسیر بن جاتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ فرمایا کرتے تھے جس نے مردہ کو دیکھنا ہو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے (کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یقین آجائیگا کہ مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوتے ہیں)۔

ایسے زندہ لوگ روحانی آنکھ والوں کو ہر حال میں نظر آتے رہتے ہیں۔ تو بھی نظر کو تیز کرنے والا سرمہ تلاش کر۔ اللہ مدد فرمانے والا ہے۔ شرقپور شریف کی پانچ کلی ٹوپی ہو' یا پاکیزہ مقدس داڑھی' رات کے طویل سجدے ہوں یا بھیگی پلکیں' عجز و انکساری کا غازہ ہو یا محبت و الفت کا پیکر جمیل' ملکانہ دروازہ ہو یا دھدھل پورہ' تانگوں کا اڈہ ہو یا بس سٹاپ' کرانوالہ ہو یا یا گھنگ شریف۔ پھر پھیلتے پھیلتے دور تک چلے جاؤ۔ آنکھوں میں سمایا ہوا پیکر جمیل' نظروں میں بسا ہوا حسن زیبائی حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ ہی نظر آئے گا۔

کتاب ہذا "ضیاء الفقراء" کا حرف حرف اسی پیکر جمیل کا حسین عکس ہے۔ میرے محسن و مربی حضرت علامہ محمد انور قمر شرقپوری دامت برکاتھم العالیہ کے نوک قلم کے تراشے ہوئے ہر لفظ میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی تصویر نظر آتی ہے۔ مولانا محمد یسین قصوری نقشبندی نے ان تصویروں کو اکٹھا کیا اور آپ کیلئے ایک خوبصورت طاقچہ سجا لائے ہیں۔ یہ طاقچہ محبت و عشق سے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو بھیگا پن بھی بخشے گا اور رت جگے کے تحفے

Marfat.com

بھی دے گا۔ کسی کی یاد میں صدیوں تک گم رہنے کی بھیک بھی عطا کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

عبدالحق ظفر چشتی

۲۴-۹-۹۷ کرم پبلی کیشنز سرور مارکیٹ

سرکلر روڈ۔ چوک اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

"حرف تعارف"

ایک عام سے قصبے شرقپور نے جو شرق پور شریف کا نام پایا تو یہ اس کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے' اسے شریف ہونے کا اعزاز اس ہستی کے وجود مسعود کے باعث ملا جس کے انگ انگ میں بس شرافت ہی شرافت تھی۔ اس ہستی کا نام اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ ہے ' جن کی ولادت سے پہلے ہی یہاں کی فضاؤں میں حضرت بابا میاں امیرالدین رحمتہ اللہ علیہ آ کے خوشبو سونگھا کرتے تھے اور جب وہ آگئے تو ہر جانب خوشبوئیں پھیل گئیں۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد میاں عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں سعادتیں ہی سعادتیں رقص کناں ہونے لگیں' نور افشانی ہونے لگی۔۔۔۔ یہ وہ بچہ تھا جس نے شرقپور شریف کے ایک ایک ذرے کی قسمت بدل دی ۔ آپ کی پیدائش کی خبر حضرت بابا مولوی غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی۔ تو آپ نے اس بچہ کو اپنے ہاں منگوا بھیجا اور اپنی زبان انکے منہ میں ڈال دی اور زبان کو چوسایا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ' اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے آباء میں سے تھے اور مرد کامل تھے توتاں والی مسجد (موجود' مسجد میاں صاحب)میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے۔

آپ کے طفولیت کا زمانہ بڑا بے نظیر اور حیران کن تھا۔ اس کی مثال سوائے اولیا ئے متقدمین کے کسی اور طبقے کے بچوں میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے ان کے مادر زاد ولی

Marfat.com

ہونے کا یقین دلاتی ہے۔ جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے آپ کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار اور اجاگر ہوتی گئیں۔ بچپن کی شرارتیں اور کھیل کود جیسی عادتیں جو بچپن کا خاصہ ہیں نام کو نہ تھیں۔ کم گوئی، کم خوری، ادب، فرمانبرداری اور غور و فکر شروع میں ہی آپ کی عادات میں شامل تھا۔

تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے قرآن کریم پڑھ لیا۔ پھر سکول میں داخل ہوئے۔ مگر پرائمری جماعتوں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد سکول کو چھوڑ دیا۔ سکول کے ماحول میں آپ کی طبیعت لگتی ہی نہ تھی۔ حافظ حمید الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے چند درسی کتابیں پڑھیں اور لکھنے میں بھی اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی ۔ خوش نویسی آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ اسم ذات (اللہ) بڑے حروف میں بہت ذوق و شوق سے لکھا کرتے۔ قرآن مجید کے بوسیدہ اور پھٹے ہوئے اوراق لکھ کر ان کے ساتھ چسپاں کر دیتے تھے تاکہ قرآن پاک کا متن مکمل رہے۔

آپ نے کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ میں حضرت خواجہ امیرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور سلوک کی منزلیں طے کرنے لگے۔ مرشد نے ہی آپ کو میاں صاحب کا خطاب دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ اے امیرالدین دنیا سے کیا لائے ہو تو میں عرض کروں گا " میں تو صرف حضرت میاں شیر محمد صاحب کو ہی لا سکا ہوں ۔" جب مرشد نے دیکھا کہ یہ شہباز لاہوتی سلوک کی ساری منزلیں (ساتوں منزلیں) طے کئے جا رہا ہے تو بڑے خوش ہوئے۔ پھر لوگوں کی اصلاح اور ہدائت کے لئے بار خلافت آپ کو تفویض کر دیا۔

Marfat.com

اور عوام الناس کو ارشاد و تلقین کا حکم فرمایا۔

سرکار میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے کیا دیا ہے ؟ دہکتے ہوئے کوئلوں اور انگاروں کا ٹوکرا (بار خلافت) میرے سر پر رکھ دیا ہے۔ اور میں نے پاس ادب کی وجہ سے بلا چون چراں اٹھالیا ہے۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کوئی کام سنت کے خلاف نہیں کیا۔ اور جن لوگوں کے معمولات سنت کے خلاف دیکھے ان کی اصلاح اس انداز سے کی کہ وہ متبع سنت بن گئے۔ آپ کا کشف اور تصرف ایک حقیقت تھا۔ آپ نے جس کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اس کا کام بن گیا۔اور اس کی قسمت سنور گئی۔

○ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اپنے اوپر لگے ہوئے فتوے کے باعث بڑے پریشان تھے ۔ وہ آئے تو ان کی تقدیر بدل گئی۔

○ بابو حاجی محمد دین کی بیماری کے باعث ڈاکٹروں نے ٦ ماہ تک موت کو یقینی قرار دے دیا۔ وہ آئے تو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیا ہے۔ مزید یہ فرمایا کہ وہ (بابو محمد دین) لمبی عمر پائیں گے۔

○ قادا ڈاکو آیا تو میاں قادر بخش حکیم بن گیا۔

○ ڈاکٹر محمد یوسف آپ کی چوکھٹ سے ہی عالمی شہرت کا حامل بن گیا۔

○ محمد ابراہیم رئیس قلعہ گوجر سنگھ اسی آستانہ سے ہرنیاں (فتق) کی بیماری سے

Marfat.com

صحت یاب ہو گیا۔

- بابو خدا بخش اسی بارگاہ کے باعث متوکل بن گیا۔
- اور نومسلم غلام حسین نیڈو کے ایمان میں پختگی حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے ہوئی۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء دوشنبہ کے دن شرقپور شریف میں ہوا۔

حضرت شیر محمد آفتاب علم و دین
جلوہ آئینہ انوار رب العالمین
معدن جود و سخا چشمہ صدق و صفا
ناقصوں پر ہو کرم بہر محمد مصطفےٰ

حضرت قبلہ میاں ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا رجحان ابتدائی عمر مین دنیوی امور کی طرف زیادہ تھا۔ اعلی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ چونکہ میاں غلام اللہ صاحب طریقت کی طرف زیادہ مائل نہیں ہیں تو آپ کے سلسلے کو کون چلائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ یہ بتاؤ جب کوئی تھانیدار بدل جاتا ہے تو اس کی جگہ کسے ملتی ہے؟ سوال کرنے والے نے کہا صاف بات ہے کوئی تھانیدار ہی اس کی جگہ لے گا۔ مزید پوچھا اور اگر کوئی تحصیل دار بدل جائے تو؟ جواب ملا اس کی جگہ پر تحصیل دار آئے گا۔

Marfat.com

اس پر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تردد کی کوئی بات نہیں میری جگہ پر بھی وہی بیٹھے گا جو اس کا اہل ہو گا۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کی طرف توجہ کی تو انہیں ثانی لاثانی بنا دیا۔ انہیں سلوک کی منزلیں طے کار کے مرد کامل بنا دیا۔ اور جب حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت میاں غلام اللہ صاحب ثانی لاثانی کے لقب سے سجادہ نشین بنے۔

حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں آپ نے دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کی اور طب کی تعلیم حکیم محمد اسماعیل سے حاصل کی - کچھ عرصہ میونسپل کمیٹی شرقپور شریف میں ملازمت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ زمینداری بھی کرتے رہے۔ آپ نے جو کام بھی کیا نہایت نفاست' دیانت اور صداقت سے کیا۔

آپ نے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جب آپ کو عبادت و ریاضت میں پختہ پایا تو لوگوں کی اصلاح کی خاطر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے غیر شرعی کاموں سے ہمیشہ اجتناب فرمایا۔ آپ نے بھی اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیطرح مساجد کی تعمیر کی - جامعہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بنیاد رکھی۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ نے شرکت کی۔

آپ صاحب کرامت، اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی جو

Marfat.com

خطیب پاکستان بنے تو وہ آپ کی ہی نظر کرم سے بنے۔ باباجلال الدین کو حکیم بنا دینے میں آپکی خاص توجہ ہوئی اور ٹاہلی والی مسجد شرقپور شریف کی تعمیر حاجی محمد حسین کاں کے حوصلوں میں مضبوطی پیدا کی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ میں وصال فرمایا۔ اور اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے بائیں پہلو میں مزار شریف کے اندر مدفون ہوئے۔

Marfat.com

اللہ ہو

☆ مرد کامل نے اللہ ہو کے ورد سے اختلاج قلب کا علاج کر دیا۔

☆ مسور کی دال(جو درد گردہ کے لیے سراپا نقصان دہ ہے) سے درد گردہ کا علاج فرما دیا۔

☆ ولی اللہ نے پانی پر پھونک مار کر اسے پرانے بخار کے لیے آب شفا بنا دیا۔

☆ ایک غریب گھرانے کے فرد کو اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی معروف شخصیت بنا دیا۔

پاکستان بنا تو مہاجرین جو پاکستان میں آئے' ان کے اثاثے ہندوستان میں رہ گئے۔ ایسے ہی جو ہندو ادھر سے گئے' ان کے اثاثے ادھر تھے۔ یہ جائزہ لینے کے لیے کہ کس قدر املاک پاکستان میں آنے والے مہاجرین کے بھارت میں ہیں ؟ حکومت پاکستان نے ماہرین حساب کتاب کا ایک وفد بھارت میں بھیجا۔ اس وفد کی قیادت پنجاب پولیس کے سینئر آڈیٹر جناب بابو حاجی محمد دین شرقپور شریف والے کے حصے میں آئی۔ یہ اعزاز واقعتاً" ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ آج ہم اسی بابو محمد دین کی زندگی سے متعلق چند ایک باتیں منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔

86575

Marfat.com

بیسوین صدی کے شروع تک بھی تعلیم اتنی عام نہ تھی۔ لوگ محض قرآن پاک کی تعلیم (ناظرہ قرآن پڑھنا) کو کافی سمجھتے تھے اور یہ تعلیم مساجد میں عام ہوتی تھی۔ مساجد میں پڑھنے والے بچوں کو لوگ بڑی بے تکلفی سے "مولوی" کہتے تھے۔ جبکہ سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کو لوگ "بابو" کہتے تھے۔ شیخ محمد دین نے قرآن پاک کی تعلیم حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں قاری محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سر پر رومال باندھے' ہاتھ میں ایک چھڑی لیے گھر میں آتے تو سب کو بڑے پیارے لگتے۔ ماں دیکھتی تو خوش ہو جاتی۔ ابو (شیخ اللہ بخش کھرونہ) اپنے اس ہونہار بیٹے کو دیکھتے تو اٹھا کر سینے سے لگا لیتے۔ منہ چومتے جاتے اور کہتے جاتے میرا مولوی بیٹا آگیا۔ میرا مولوی بیٹا آگیا۔

محمد دین ماں باپ کے علاوہ بھی ہر ایک کو پیارا لگتا تھا۔ ایک دن مسجد میں پڑھنے والے بچوں کے ساتھ جھوم جھوم کر قرآن پاک پڑھ رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ محمد دین کو اس لگن کے ساتھ پڑھتے دیکھا تو بڑے خوش ہوئے' آپ اس کے پاس گئے' اٹھالیا اس کا منہ چوما' خوش ہوئے اور سینے سے لگالیا۔ پوچھا۔ "بیٹا آپ کا کیا نام ہے؟

بچے نے عرض کیا۔ "حضور میرا نام محمد دین ہے"۔

Marfat.com

"ماشاء اللہ بڑا پیارا نام ہے۔ کیا آپ کا تعلق شیخ برادری سے ہے؟

"جی حضور! میں شیخ اللہ بخش کھرونہ کا بیٹا ہوں۔ وہ میرے ابو بیٹھے ہوئے ہیں"۔

بچے نے اپنے باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا' جو مسجد میں ایک کونے میں بیٹھے اوراد میں مشغول تھے۔ اور میاں صاحب کے معتقدین میں سے تھے۔ وہ بھی اٹھ کر حضرت صاحب کے قریب آ گئے اور خادمانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

حضرت صاحب نے محمد دین سے فرمایا۔ "بیٹا سکول بھی جایا کرو۔ سکول کی تعلیم حاصل کر کے بابو بن جاؤ"۔

عرض کیا۔ "مجھے تو لوگ مولوی کہتے ہیں۔ کیا مولوی لوگ اچھے نہیں ہوتے کہ میں بابو بن جاؤں"۔

"نہیں نہیں۔ مولوی لوگ تو بہت اچھے ہوتے ہیں' مگر دنیا کے سارے کام مولوی تو نہیں کر سکتے۔ کچھ کام بابوؤں کے کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ آپ کریں گے

حضرت صاحب نے محمد دین کے والد ماجد سے فرمایا "قرآن پاک کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد اسے سکول کی تعلیم بھی ضرور دلوانا"۔

چنانچہ حضرت صاحب کی تحریک اور ہدایت کے مطابق محمد دین کو سکول میں بٹھا

Marfat.com

دیا گیا۔ چونکہ ذہانت اور فطانت اس لڑکے کو کافی ملی تھی' پوری جماعت کے اچھے لڑکوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ ہندو لڑکوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ تھا۔ اگر کسی سال کوئی ہندو لڑکا اس سے زیادہ نمبر لے لیتا تو دوسرے سال اس لگن کے ساتھ محنت کرتا کہ اسے کتنے ہی نمبر پیچھے چھوڑ جاتا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ محمد دین کو بخار سا رہنے لگا۔ جونہی کتابیں لے کر پڑھنے بیٹھتا باپ کتابیں چھین لیتا اور کہتا کہ صحت سے بڑھ کر کوئی چیز اچھی نہیں۔ بخار اتر جائے گا تو پڑھائی کر لینا۔ چونکہ اس سال چھٹی جماعت کے امتحان میں ایک ہندو لڑکا شوری لال محمد دین سے 9 نمبر زیادہ لے کر اول آ گیا تھا' اس لیے محمد دین چاہتا تھا کہ وہ ساتویں جماعت کے امتحان میں شوری لال کو ضرور پچھاڑے گا۔ مگر محمد دین کی بیماری طول کھینچ گئی۔ کتابوں سے بالکل لا تعلق ہو گیا۔

ایک دن محمد دین نے اپنے والد سے کہا کہ میرا ایک دوست عبداللطیف ہے' جو محمد بوٹا کمہار کا بیٹا ہے۔ میرے ساتھ پڑھتا ہے۔ اگر آپ اس کو بلوا دیں تو کرم ہو گا۔ مگر میاں اللہ بخش اس دن عبداللطیف کو نہ بلوا سکا۔ وہ اپنی دوکان (پان فروشی) میں مگن رہا۔ شام کو جب باپ گھر میں آیا تو محمد دین نے کہا۔ "جب تک عبداللطیف نہیں آئے گا میری آنکھیں آنسو بہاتی رہیں گی"۔

عبداللطیف لاہور میں رہتا تھا۔ محمد دین بھی لاہور میں پڑھتا تھا مگر شرقپور شریف

Marfat.com

میں والدین کی رہائش کی وجہ سے ہفتے دو ہفتے کے بعد گھر میں آتا تھا۔ اب چونکہ اسے بخار تھا اس لیے کوئی ایک ماہ سے وہ سکول نہیں گیا تھا۔ اگلے دن صبح سویرے غلام محمد (محمد دین کا چھوٹا بھائی) اپنے بھائی سے عبداللطیف کا پتہ لے کر لاہور میں گیا۔ اس سے ملا اور محمد دین کا پیغام دے کر اسے ساتھ لے جانے کو کہا۔ چنانچہ اس شام دوستوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کر لی۔ چہرے مسکرا اٹھے۔ دل بلیوں اچھلنے لگے۔

علیک سلیک کے بعد عبداللطیف نے بلائے جانے کی وجہ پوچھی۔

محمد دین نے کہا۔ "دیکھتے نہیں ہو بخار نے پکی دوستی میرے ساتھ کر لی ہے' ہر وقت میرے سر پر چڑھا رہتا ہے۔ میری کتابیں اس نے مجھ سے چھین لی ہیں۔ پڑھائی کا سلسلہ بالکل منقطع ہے۔ آپ جانتے ہیں نا پچھلے سال شوری لال کے نمبر مجھ سے زیادہ تھے' اب کے پھر یقیناً" اس کے نمبر مجھ سے بڑھ جائیں گے۔ میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ ہندو کی جیت نہیں ہونی چاہیے تم محنت کرو اور اس شوری لال کو پچھاڑ دو "

"دوست! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرا شوری لال سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میں تو بالکل نیچی سطح کے لڑکوں سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا"۔

"کیا شوری لال کے دماغ دو ہیں۔ کیا اس کی چار آنکھیں ہیں۔ جو کچھ اللہ نے

Marfat.com

اسے دیا ہے وہی کچھ آپ کو دیا ہے بلکہ آپ تو مسلمان ہیں۔ اللہ کو ماننے والے ہیں۔ ہندو رام رام کرنے والا ہے۔ بتوں کے آگے جھکتا ہے۔ اگر میں تندرست رہتا تو اسے ضرور پیچھے چھوڑ دیتا۔ اب مجھے صرف آپ سے امید ہے۔ میری آنکھیں آپ کو اس سے آگے دیکھنا چاہتی ہیں۔ محنت کرو۔ خوب محنت کرو اور دن رات پڑھتے رہو اور شوری لال سے بہت آگے نکل جاؤ"۔

عبداللطیف نے وعدہ کر لیا وہ ضرور کوشش کرے گا۔

شام کو اللہ بخش میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پانی دم کروا کر لایا۔ محمد دین کا بخار شاید اس پانی کا منتظر تھا' پانی پیا تو بخار نے پیچھا چھوڑ دیا۔ بخار اترا تو چہرے پر بشاشت آنے لگی۔ آہستہ آہستہ کمزوری بھی رخصت ہو گئی۔

امتحان میں صرف تین ماہ باقی تھے۔ محمد دین کا بڑا وقت ضائع ہو چکا تھا' مگر اس نے ہمت کا دامن پھر تھام لیا۔ کتابیں اٹھائیں اور پڑھائی شروع کر دی۔ سفر لمبا تھا اور وقت تھوڑا' دن رات ایک کر دیا۔

آخر امتحان ہوا۔ نتیجہ نکلا تو جو بچہ جماعت بھر میں اول رہا تھا وہ محمد دین شیخ تھا۔ دوسرے نمبر پر عبد اللطیف تھا۔ جبکہ شوری لال کا نمبر چوتھا۔ عبداللطیف اور محمد دین باہم بغلگیر ہو گئے۔

Marfat.com

محمد دین کی پڑھائی ایسے ہی جاری رہی۔ ہر سال اول یا دوم نمبر پر اس کا نام ہوتا۔

1918ء میں دسویں جماعت کا امتحان ہوا تو سکول بھر میں اول آنے والا طالب علم بھی محمد دین شیخ ہی تھا۔

اب محمد دین نے پڑھائی چھوڑ دی۔ نوکری کے لیے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ اے جی آفس میں کلرکوں کی چند آسامیاں تھیں۔ اس نوجوان نے درخواست دے دی کوئی ایک مہینے کے بعد آزمائشی ٹیسٹ کیلئے بلایا گیا تو اچھے نمبروں میں پاس ہونے والوں میں محمد دین کا نام بھی تھا۔ پھر ایسے کامیاب امیدواروں کا انٹرویو ہوا تو بھی محمد دین کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ذہانت کا ٹیسٹ ہوا تو اس میں بھی کامیاب رہا۔ اب آخری مرحلہ میڈیکل ٹیسٹ کا تھا۔ آنکھیں' کان' گلا' اور ناک کو دیکھا گیا۔ چھاتی' اور دل کا معائنہ کیا گیا۔ تو دل کی دھڑکن میں فتور محسوس کیا گیا۔ پھر آلات کے ذریعے دل کے سکڑنے اور پھیلنے کا ریکارڈ تیار کیا گیا تو خطرناک قسم کی صورت دکھائی دی۔

ڈاکٹر کہنے لگا۔ " ایسے لگتا ہے کہ آپ کے دل کی شریانوں میں خون جما ہوا ہے۔ دل جس قدر خون صاف کرتا ہے وہ شریانوں کے تنگ رستے کی وجہ سے سارے کا سارا جسم کے دوسرے حصوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کے سینے میں اکثر درد رہتا ہے تو یقیناً" آپ میری بات کو جھٹلائیں گے نہیں"۔

Marfat.com

نوجوان نے کہا "سینے میں درد والی بات درست ہے"۔

"تو بیٹا آپ کا مرض جس طرف گامزن ہے اس سے موت کے امکانات زیادہ ہیں۔ میرا خیال ہے اگر یہی صورت حال رہی تو آپ کی زندگی صرف 6 ماہ تک باقی دکھائی دیتی ہے۔ آپ کو علاج اور مکمل ریسٹ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ اس نوکری کے لیے فٹ (Fit) نہیں ہیں"۔

محمد دین نے اپنے آپ کو ان فٹ (Un-Fit) پایا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ چہرے کی رنگت بالکل پیلی ہو گئی' ماتھے پر پسینہ آگیا۔عین ممکن تھا کہ محمد دین گر جاتا کہ ایک دوسرے ڈاکٹر نے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیااور ایک میز پرلٹا دیا۔ سرنیچا کیااور ٹانگوں کو اونچا اٹھایا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان کی حالت سنبھل گئی۔

جب محمد دین کے ہوش وحواس بحال ہوئے تو عرض کیا۔" میں جا کر اپنا علاج کرواؤں گا مگر مجھے یہ ضرور سہولت دی جائے کہ 6 ماہ کے بعد دوبارہ صرف میڈیکل ٹیسٹ لیا جائے اور میرے دوسرے ٹیسٹ بحال رکھے جائیں۔ اگر میں طبی طور پر درست پایا جاؤں تو مجھے نوکری دے دی جائے بصورت دیگر مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔"

محمد دین جو نوکری مل جانے کی آس لے کر گیا تھا' اب نوکری نہ ملنے کا روگ

Marfat.com

لے کر مملین صورت بنا کھر واپس آگیا۔ عصر کے وقت اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوا اور ڈاکٹر کی ساری بات آپ سے عرض کر دی۔

"اچھا ڈاکٹر کہتا ہے آپ چھ مہینے کے بعد مر جائیں گے۔ کیا ڈاکٹر سے خدا نے مشورہ کیا ہے یا آپ کی موت کا اختیار اللہ تعالی نے اس ڈاکٹر کو دے دیا - کیا ڈاکٹر یہ بات بھول گیا ہے کہ انسان خدا کا بندہ ہے۔ وہ جب تک چاہے اسے زندہ رکھے۔ جب چاہے مارے۔ کسی کو کیا دخل ہے ؟"۔

"آپ میری بات غور سے سن لیں۔ آپ چھ مہینے کیا 6 سال تک نہیں مریں گے بلکہ 60 سال تک نہیں مریں گے اور شاید آج کے بعد سڑ سٹھواں سال آپ کی موت کا سال ہو۔ جاؤ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ سانس اندر لے جاؤ تو "اللہ" کہو اور سانس باہر نکالو تو "ھو" کہو۔ اللہ ھو کا ورد دلوں کی ساری بیماریوں کا علاج ہے "۔

محمد دین نے چونکہ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو یہ اپیل کر رکھی تھی کہ اسے 6 ماہ کے لیے نوکری دی جائے۔ اگر 6 ماہ بعد اس نے اپنا علاج نہ کروایا یا وہ صحت یاب نہ ہوا تو اسے نوکری سے بے شک نکال دیا جائے۔

یہ اپیل منظور ہوگئی اور محمد دین کو اے جی آفس لاہور میں جونیر کلرک رکھ لیا گیا

Marfat.com

اور شیخ محمد دین اب بابو محمد دین بن گیا۔ وہ ایک طرف دفتر کا کام نہایت لگن کے ساتھ کرتا اور دوسری طرف حضرت صاحب کا بتایا ہوا وظیفہ "اللہ ھو" باقاعدگی سے پڑھتا رہا۔

اس طرح 6 مہینے گزر گئے۔ دفتر میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ بابو محمد دین کی جگہ اب خالی ہونے والی ہے۔ ہر شخص اپنے کسی عزیز کو اس جگہ پر ملازم رکھوانے کی فکر کرنے لگا کہ ایک دن بابو محمد دین کو ایک چٹھی دی گئی کہ وہ اپنا طبی معائنہ کروا کر فٹ نس (Fitness) کا میڈیکل سرٹیفکیٹ مہیا کرے۔

بابو محمد دین پر ایک بار پھر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ دفتر میں وہ باقی وقت تک بے دلی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ دوسرے دن اسے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ (M.S) کے ہاں پیش ہونا تھا۔ وہ شام کو ایک پرائیویٹ ڈاکٹر کے پاس گیا اور اپنے دل کا معائنہ کروایا۔ ڈاکٹر نے کہا دل کی دھڑکن ٹھیک ہے۔ بس معمولی قسم کی کی گھبراہٹ سی ہے۔ پھر وہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ کل پھر اس کا طبی معانہ ہو رہا ہے۔ گھبراہٹ سی ہے نہ جانے نتیجہ کیا نکلے۔

میاں صاحب نے فرمایا۔ "اللہ خیر کرے گا۔ گھبرائیں بالکل نہیں۔ بس اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ کرتے رہیں"۔

دوسرے دن جب بابو محمد دین کا میڈیکل ٹیسٹ کیا گیا اور اس کے دل کی دھڑکن

Marfat.com

کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا تو ڈاکٹر کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہ دل کی دھڑکن میں بالکل باقاعدگی تھی اور یہ دھڑکن ایک صحت مند انسان کی غماز تھی۔

ڈاکٹر پوچھنے لگا۔"نوجوان ! تم بڑے خوش قسمت ہو۔ آپ کے دل میں کسی قسم کی بے قاعدگی نہیں ہے۔ " اس انگریز ڈاکٹر نے مزید پوچھا کہ نوجوان محمد دین تم نے کس ماہر امراض قلب سے علاج کروایا ہے ؟

بابو نوجوان نے عرض کیا۔" میرا علاج کسی بھی میڈیکل ڈاکٹر نے نہیں کیا بلکہ ایک روحانی ڈاکٹر نے کیا ہے"۔

"روحانی ڈاکٹر سے آپ کی کیا مراد ہے ؟"

"ایسا مرد کامل جو بس نظر کے فیض سے علاج کر دے یعنی یہ سارا کرشمہ میرے مرشد کامل کا ہے۔ انہوں نے صرف "اللہ ھو" کا وظیفہ پڑھنے کو فرمایا اور اللہ نے کرم فرما دیا۔ مجھے صحت ہو گئی"۔

"اچھا آپ کی مراد کسی پیر پادری کی کرامت ہے"۔

ڈاکٹر نے فٹ نس(Fitness) کا میڈیکل سرٹیفکیٹ دے دیا۔

یوں بابو محمد دین کی نوکری جو صرف 6 ماہ کے بعد ختم ہو رہی تھی، بحال رہی۔

اب بابو محمد دین نے محکمانہ امتحانات پاس کرنا شروع کر دیئے۔ ہر امتحان اول

Marfat.com

پوزیشن میں پاس کیا اور ترقی کے زینوں تک اس کی رسائی ہوتی گئی۔ آخر وقت آیا کہ وہ سینئر آڈیٹر کے عہدے پر فائز ہو گیا۔

اسی دوران میں میونسپل کارپوریشن ملتان میں لاکھوں روپے کے فراڈ کا سکینڈل بنا۔ اسکی چھان بین کا کام بابو محمد دین کے سپرد ہوا۔ آپ ایک مختصر ٹیم کے ساتھ ملتان گئے - سارے ریکارڈ اپنی تحویل میں لے کر کام شروع کر دیا اور چند ہفتوں میں پائی پائی کا حساب بنا کر ہائی کمان کے سپرد کر دیا۔ اس کام میں آپ کو بطور انعام دس ہزار روپے ملے۔

اب آپ کی خدمات پنجاب پولیس میں منتقل کر دی گئیں اور آپ سینئر آڈیٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔اس محکمے میں قدم قدم پر آپ کو کوتاہیاں ہی کوتاہیاں نظر آئیں۔پھر کیا تھا آپ کی خدمت میں تحفے' ہدیے اور نقد نذرانے لے کر لوگ آنے لگے۔ مگر آپ نے ہر ایک پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ پورے پنجاب کی پولیس کے ریکارڈ میں کسی قسم کی بھی گڑبڑ کرنے میں ہر بابو ڈرنے لگا۔

ایک دن اچانک بابو محمد دین کو درد گردہ کی تکلیف ہوگئی اور یہ تکلیف شدت اختیار کرتی گئی۔ نسبت چوک میں کوئی حکیم صاحب تھے' ان کے پاس لے جایا گیا۔ انہوں نے دوائی دی اور پرہیز میں مسور کی دال سختی سے منع کرتے ہوئے کہا کہ یہ دال

Marfat.com

اس مرض کے لیے زہر قاتل ہے۔ آرام بھی آجائے تو بھی زندگی بھر اسکا استعمال نہیں کرنا ہے۔

دوائی کھانے سے حالت سنبھل گئی۔ پھر سارا دن دفتر میں کام کرتے رہے۔ شام کو واپس گھر میں آئے تو ہلکا ہلکا درد پھر ہونے لگا۔ آپ سیدھے حضرت صاحب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دن لنگر میں مسور کی دال پکی ہوئی تھی۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔"بابو جی کو لنگر کھلایا جائے"۔ چونکہ لنگر میں مسور کی دال تھی جو حکیم کی ہدایت کے مطابق آپ کے لیے نقصان دہ تھی' لہٰذا آپ نے کہا۔" مجھے کھانے کی حاجت نہیں ہے۔ میں کھانا کھا کر ہی آیا ہوں "۔

حضرت صاحب نے فرمایا" اچھا اگر کھانا نہیں کھانا تو یہ دال کا پیالہ پکڑو اور پی جاؤ

بابو محمد دین جس بات سے ڈر رہے تھے' اس پر آپ کو عمل کرنا پڑا۔ عقل نے کہا۔ دال پی لی تو مر جاؤ گے۔وہ بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو پیچھے کھینچ دیتی مگر عقیدت کہہ رہی تھی کہ دال کا پیالہ پکڑ لے اور ایک ہی سانس میں سارا پیالہ پی جاؤ۔ ڈاکٹر نے ایک بار کہا تھا کہ تم صرف 6 ماہ کے بعد مر جاؤ گے مگر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکٹر کی بات کو غلط کر دیا تھا۔ اب حکیم نے کہا ہے کہ مسور کی دال کھاؤ گے تو مر جاؤ گے مگر

Marfat.com

میاں صاحب فرمارہے ہیں کہ دال کا پورا پیالہ ہی پی جاؤ۔ سیکولر عقل نے دم توڑ دیا۔ عقیدت جیت گئی۔ بابو محمد دین نے پیالہ پکڑااور غٹاغٹ پی گئے۔ اب اجازت ملنے پر گھر جارہے تھے کہ راستے میں درد میں شدت آنے لگی۔ ہر قدم پر اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

ہائے ہائے کرتے اور جھکتے ہوئے جارہے تھے۔گھر کی دہلیز کو پار کیا کہ نڈھال ہو کر گر پڑے۔ گرے تو پیشاب نکل گیا۔ اس قدر پیشاب آیا کہ مکان کی ڈیوڑھی جل تھل ہوگئی۔کپڑے پیشاب سے بھیگ گئے۔بے ہوشی طاری ہوگئی۔ بھائیوں(غلام محمد اور نور محمد)نے اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ گیلے کپڑے اتارے اور ٹانگوں کو دھویا اور دھلے ہوئے کپڑے پہنائے۔ مگر گیلے تہبند میں پتھر کے چھوٹے چھوٹے کئی ذرے تھے۔ یہ پتھری کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے تھے جو درد گردہ کا باعث بنی ہوئے تھےاور محض دال پینے سے اس کا اخراج ہو گیا تھا۔ پھر زندگی بھر بابو محمد دین کو درد گردہ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

1953ء میں بابو محمد دین ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو ان کی خدمات کا اعتراف نہایت ہی اچھے الفاظ میں کیا گیا۔ آپ گھر میں آئے تو دفتر میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا۔ ان جیسا کوئی دوسرا شخص نہ مل سکا۔ چنانچہ آپ کی خدمات سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے آپ کو مزید پانچ سال کی توسیع دی گئی۔ چنانچہ 1958ء میں آپ کو سبکدوش کیا

Marfat.com

گیا مگر اب بھی آپ کا نعم البدل نہ مل سکا۔ چنانچہ آپ کو پھر مزید دو سال کے لیے بلا لیا گیا۔ اس طرح آپ نے 1960ء تک پورے انہماک کے ساتھ کام کیا۔ جوان بابو تھک جاتے مگر یہ بوڑھا بابو حاجی محمد دین کام کرتا چلا جاتا۔

حسن کارکردگی کے اعتراف میں آپ کو کئی تحفے ملے سرٹیفکیٹ بھی ملے۔ آخری عمر میں آپ کو دمہ کی تکلیف ہو گئی۔(اور 10جولائی 1985ء بمطابق 21 شوال 1405ھ بروز بدھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنے مرشد کامل اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں مدفون ہوئے)۔

جب ان کی بیماری طول پکڑ گئی تو بیٹے اور بیٹیاں فکر مند ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھو میری موت تہجد کے وقت ہو گی اور اس وقت موسم بارش کے باعث ٹھنڈا ہو جائے گا۔ بجلی چمکے گی اور رعد شور مچائے گی۔

ان کی تکلیف کے پیش نظر انہیں سروسز ہپتال میں داخل کروایا گیا۔ 10جولائی کی شب عین تہجد کے وقت آپ پر بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے۔ نبضیں ڈوبنے لگیں۔ ڈاکٹر پروفیسر ممتاز حسن صاحب نے فورا" ایک ٹیکہ لکھ دیا۔ حاجی صاحب کا بیٹا محمود احمد اور مسعود احمد فارسٹ کلرک(محمود احمد کا دوست) دونوں ٹیکہ لینے کے لیے نکلے تو آسمان کالے بادلوں سے گھرا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ موسم

Marfat.com

طوفانی بن گیا۔ تیز آندھی چلنے لگی۔ بجلی چمک رہی تھی - رعد کڑک رہی تھی۔ محمود نے اپنے دوست مسعود سے کہا۔"اب ٹیکہ لینا فضول ہے۔ ابا جی کی بتائی گئی نشانیوں کا اظہار ہو رہا ہے -اباجی کی زندگی کا سفر ختم ہونے والا ہے۔ مجھے واپس جانے دو تاکہ میں اپنے ابو سے کوئی بات کر سکوں "۔

مگر مسعود نے کہا جذباتی نہ بنو۔ حوصلے سے کام لو - ٹیکہ ضرور لے جا کر انہیں لگواؤ۔ اللہ تعالی کرم کرنے والا ہے۔ بہر حال ٹیکہ لانے میں بیٹے کی ساری جلدی بے کار گئی۔ وہ جب کمرے میں پہنچا تو بابو جی بالکل خاموش ہو چکے تھے - انہوں نے پورے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر زندگی کا سفر پورا کر لیا تھا اور زندگی کی آخری منزل سے پرے جا چکے تھے۔

جسد خاکی جب شرقپور شریف میں لایا گیا تو عقیدت مندوں کا ہجوم ان کے گھر میں موجود تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ لوگ مشورہ دینے لگے کہ انہیں جلدی آغوش قبر کے سپرد کر دیا جائے۔ مگر ان کی بیٹیاں چونکہ کراچی میں تھیں' وہ پانچ بجے شام سے پہلے نہیں آ سکتی تھیں۔ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب تشریف لائے۔ ان سے مشورہ کیا گیا انہوں نے فرمایا"اس عاشق شیر ربانی رحمتہ اللہ کو آپ خواہ ایک دن کے بعد بھی دفن کریں تو بھی کسی تردد اور فکر کی بات نہیں ہے۔ آپ ان کی بیٹیوں کا ضرور

Marfat.com

انتظار کریں"۔

چنانچہ ساڑھے پانچ بجے ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ جب انہیں دفن کرنے لگے تو جسم میں کوئی اکڑاؤ نہیں تھا۔ بالکل ڈھیلا جسم تھا جیسے زندہ لوگوں کا ہوتا ہے۔

مرتے وقت آپ کی زبان پر "اللہ ھو" کا ورد جاری تھا۔ آپ صوم وصلوۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ ان کی زبان پر ہمیشہ محبت بھرے الفاظ اور دعائیں رہتی تھیں۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 1928ء میں ہوا تو آپ تادم آخر آپ کے روضہ اقدس پر برابر حاضری دیتے رہے۔ سالانہ عرس کے موقع پر حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو خصوصی ذمہ داریاں سونپی جاتیں۔

راوی:

(1) خواجہ دل محمد' شرقپور شریف ایم۔اے ایم۔ایڈ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

(2) شیخ مسعود احمد ابن حاجی بابو محمد دین

ماہنامہ نور اسلام' اپریل 1995ء

Marfat.com

تبادلۂ قسمت

☆ زمین کے تبادلے کے ساتھ ساتھ قسمت کا تبادلہ بھی ہو گیا۔

☆ علم کے میدان سے بھاگا ہوا علماء کے منہ بند کرنے لگا۔

☆ جو بڑے بڑے افسروں سے مرعوب نہ ہوتا تھا اس کے گریبان کو جب ایک ولی اللہ نے پکڑا تو ایک لفظ بھی اس کی زبان پر نہ آسکا۔

☆ ولی کامل نے جو کہا کر کے دکھادیا۔

کہتے ہیں چھاپے خانے کی ایجاد نے لوگوں کے حافظے کو کمزور کر دیا ہے اور لاؤڈ سپیکر کی ایجاد نے لوگوں کی آواز کا دم خم چھین لیا ہے۔ یہ بات درست ہے یا غلط ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں مگر ہم آپ کو اس دور میں ضرور لے جانا چاہتے ہیں جب لاؤڈ سپیکر کے بغیر بھی ہزاروں کا مجمع جھوم جھوم جاتا تھا اور مقرر کو یہ یقین ہوتا تھا کہ اس کی آواز مجمع کے آخری سامع کے کانوں کو چھو رہی ہے۔

آج شرقپور شریف کے نام سے کون واقف نہ ہو گا۔ مجھے اٹلی سے ایک خط آیا' جس پر پتہ یوں درج تھا محمد انور قمر شرقپوری' شرقپور شریف۔ نہ تحصیل' نہ ضلع' نہ ملک (پاکستان) کا نام لکھا تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرقپور شریف کا نام دنیا کے گوشے گوشے تک معروف ہے۔ شرقپور شریف کو یہ شہرت کیسے ملی ؟۔ صرف اور صرف یہاں کی روحانی ہستی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

کے مولد، مسکن اور مدفن ہونے کی وجہ سے۔

بیسویں صدی کی ربع اول سے آج تک لوگ شرقپور شریف میں حاضری کو ایک سعادت سمجھتے ہیں یہاں کی گلیاں اور بازار آج بھی بیرونجات کے زائرین سے پر رونق رہتے ہیں یہاں، آکر لوگوں کو ایک قلبی سکون اور راحت ملتی ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں یہاں روافض نے بھی اپنی مجالس کی بنیاد رکھ دی تھی، ظاہری طور پر لوگ ان کی مجالس میں حاضری کی غرض سے آتے تھے مگر حقیقتاً وہ شرقپور شریف کی حاضری کی سعادت چاہتے تھے۔ ۲۶ نومبر ۱۹۱۹ کو محرم کا آغاز ہوا تو ان مجالس میں شریک ہونے والوں کی اکثر زبانوں پر ایک نئے ذاکر کا نام تھا۔ وہ ایک دوسرے کو شبیہ ذوالجناح کے موقعہ پر ضرور آنے کی تلقین کر رہے تھے۔

شبیہ ذوالجناح والے دن گرمی کے باوجود لوگ جوق در جوق آنے لگے مجلس کا آغاز ہو چکا تھا، مصائب اہل بیت سن کر لوگ گریہ کناں تھے، لوگ سروں کو پیٹ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے کہ اچانک شاہ صاحب زندہ باد کا نعرہ لگا لوگ رونا پیٹنا بھول گئے۔ اس نعرہ کے جواب میں سب شامل ہو گئے اٹھ اٹھ کر دیکھنے لگے اور دیکھ دیکھ کر ہر کوئی شاہ صاحب کی آمد آمد کا مژدہ سنانے لگا۔

یہ نووارد پورے قد کا خوبصورت جوان تھا بغیر ڈاڑھی کے گورا چٹا رنگ دعوت نظارہ دے رہا تھا اور سرمہ لگی آنکھیں قیامت برپا کر رہی تھیں۔ لمبی لمبی مونچھیں ان کی وجاہت اور رعب کی عکاس تھیں۔ لوگ انہیں دیکھتے رہے، نعرے لگاتے رہے اور سامعین میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک نہیں بیٹھا جب تک اس نے آپ کو

Marfat.com

ایک جھلک دیکھ نہیں لیا' یہی نووارد تو ان کے دلوں کی دھڑکن بن کے آج آیا تھا اسے سننے کے لئے تو شیعہ لوگوں نے خوب پرچار کر رکھا تھا' عزادار جو مجلس سے باھر گھوم پھر رہے تھے وہ بھی آگئے۔

شاہ صاحب سٹیج پر بیٹھے واقعتاً سٹیج سج گئی آپ ہر ایک کے مرکز نگاہ بن چکے تھے سچی بات تو یہ ہے کہ آپ امیرالامراء دکھائی دے رہے تھے کھلی آستینوں والی سفید قمیض' گلے میں سیاہ پٹکا اور بکھری ہوئی زلفیں لٹے ہوئے کارواں کے امیر کا نقشہ پیش کر رہی تھیں۔

جب شاہ صاحب کی باری آئی تو مجلس پڑھنے کے لئے اٹھے۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد آپ نے فرمایا۔

دھم پینڈی سے فوجاں دے وچہ نالے شور مچدا اوہ آیا اوہ آیا حیدرآیا

کفر نسدا جان بچا ونے نوں نالے آکھدا اوہ آیا اوہ آیا حیدرؓ آیا

سامعین پر سحر چھاگیا تمام لوگ اس طرف یوں دیکھنے لگے گویا واقعی حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہ تشریف لا رہے ہیں۔ ازاں بعد آپ نے مصائب پڑھے تو ہر ایک کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ آہ و بکا کا شور اٹھنے لگا چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں' لوگوں کی نگاہوں کے آگے کربلا کے میدان کا نقشہ کھنچ گیا۔ شاہ صاحب خود بھی رونے لگے' انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں اپنے بیان کو ختم کیا۔ اور سٹیج سے نیچے اتر آئے۔

Marfat.com

منتظم مجلس سے اجازت لے کر تشریف لے جانے لگے تو ایک تھالی میں کچھ نقدی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی مگر آپ نے یہ نقدی نہیں لی' فرمایا میں مجلس پڑھنے کی اجرت نہیں لیا کرتا جن کا ذکر کیا ہے وہی سب کچھ دیں گے۔

منتظم مجلس بڑے حیران ہوئے کہ اس قدر بہترین ذاکر مگر مجلس مفت پڑھتے ہیں حیرانی ہے۔ منتظم مجلس نے کہا شاہ صاحب قبلہ آپ نے جانا تو ہے ہی مگر تھوڑی دیر رک جائیے کیونکہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مسجد میں آنے کا وقت ہو گیا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو بازار میں مل جائیں اور آپ پر ناراض ہوں۔

میاں صاحب! کون سے میاں صاحب؟ شاہ صاحب نے پوچھا۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہاں کی بڑی کامل ہستی ہیں کوئی انہیں آنکھ بھر کے دیکھ نہیں سکتا۔

کس برادری سے میاں صاحب کا تعلق ہے؟

وہ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

تو پھر کیا ہے میں سید زادہ ہوں وہ تو ہمارے امتی ہیں مجھے ان سے خوف کس لئے ہو گا۔

اگر میرے ساتھ ان کا سامنا ہو گیا تو پھر لطف ہی آجائے گا۔

بہر حال شاہ صاحب نہیں مانے اور اجازت رخصت لے کر چل دیئے ادھر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بیٹھک میں بھی شاہ صاحب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' کسی نے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ آج چک نمبر ۱۴ سے آئے ہوئے ایک

Marfat.com

سید صاحب نے مجلس میں کمال کے مرثیے پڑھے ہیں ان کی مرثیہ خوانی کی دھوم مچ گئی ہے۔

ہاں ان کے مرثیوں کی آواز میرے کانوں تک بھی پہنچی ہے بڑی اچھی اور سریلی آواز میں پڑھتے ہیں۔

اب اتفاق دیکھئے ادھر شاہ صاحب بازار میں سے گزر رہے ہیں ادھر سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے احباب نے بتایا یہی وہ شاہ صاحب ہیں جنہوں نے شیعوں کی مجلس میں آج مرثیے پڑھے ہیں۔

جب آمنا سامنا ہوا تو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے گریبان میں ہاتھ ڈال کے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ بولے "نور الحسن"۔

اچھا نور الحسن! جی چاہتا ہے ہم آپ کو نور الحسن ہی بنا دیں۔ یہ خاموش رہے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اشارہ نہ سمجھ سکے۔ اور گھر تشریف لے گئے۔

مگر یہاں تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ چین کیسے آسکتا تھا۔

فارغ تو بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریبان چاک یا دامن یزداں چاک

شاہ صاحب شب و روز بے چین رہنے لگے۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ راتوں کی نیدیں اضطراب کی نذر ہونے لگیں۔ چہرے پر اداسیاں مچلنے لگیں۔ ایسے لگتا

Marfat.com

تھا کہ لٹ چکے ہیں - جان ودل ہی کھو بیٹھے ہیں بس جدھر دیکھنے لگے ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہی رہے۔

کباب سیخ تھے وہ کروٹیں ہر سو بدلتے تھے
جو جل اٹھتا تھا یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے تھے

کوئی پوچھتا تو کہتے میں تو بڑے ٹھاٹھ والے افسروں سے مرعوب نہ ہوتا تھا پتہ نہیں اس نحیف سے مرد کامل نے مجھے کیا کر دیا ہے ؟ اس قدر رعب چھا گیا ہے کہ زبان ہی بے حرکت ہو گئی ہے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب کی زمین رقبہ تقریباً" ایک مربع چک نمبر ۱۴ میں تھی جس کا انتظام زراعت و کھیتی باڑی آپ کے ذمے تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس زمین کا تبادلہ کیلیانوالہ میں ہو جائے۔ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید حسین شاہ صاحب کی معیت میں شرقپور شریف میں تشریف لائے تاکہ پٹواری قانون گو اور گرداور وغیرہ سے مل کر زمین کے تبادلے کی بات ہو سکے۔ شاہ صاحب نے اپنے بھائی سے کہا کہ پہلے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مل لیں۔

چنانچہ دونوں بھائی اعلی حضرت حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا شاہ صاحب طبیعت کیسی ہے ؟ اور کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا گیا حضور! چک نمبر ۱۴ والی زمین کا تبادلہ کیلیانوالہ میں کرنا چاہتے ہیں۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا زمین کا تبادلہ تو اللہ تعالی کر ہی دے گا۔ ہم

Marfat.com

آپ کی قسمت کا تبادلہ آج ہی نہ کروا دیں ؟ یہ تبادلہ زمین کے تبادلے کی نسبت بہت ضروری ہے۔ شاہ صاحب اب بھی جواب نہیں دے سکے' بس سر جھکائے بیٹھی رہے مگر یہ احساس ضرور ہونے لگا کہ دل کی آگ بھڑکنے کو اور ایندھن مل گیا ہے۔

دونوں بھائی اجازت لے کر واپس چک نمبر ۱۴ میں آگئے مگر کیلیانوالہ میں اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سید حسین شاہ صاحب نے عرض کیا کہ شرقپور شریف کے ایک اللہ کے بندے نے انہیں فرمایا کہ تمہیں نورالحسن بنا دیا جائے' تو یہ خاموش رہے اور جب انہوں نے فرمایا کہ تمہاری قسمت کا تبادلہ کر دیں' تو بھی ان کے لبوں پر خاموشی محو رقص رہی۔

والدہ محترمہ نے نورالحسن شاہ صاحب سے پوچھا۔ بیٹا تم نے ایسا کیوں کیا؟

شاہ صاحب نے عرض کی امی ! آپ جو میرے مرشد ہیں آپ ہی مجھے سب کچھ بنا سکتی ہیں۔

اس پر والدہ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میں آج سے تمہاری مرشد نہیں ہوں گویا یہ والدہ ماجدہ کی طرف سے بیعت کی اجازت تھی۔

پھر کیا تھا بے چینیوں اور بے قراریوں نے آپ کو گھیر لیا۔ شرقپور شریف کی گلیاں کوچے اور بازار آپ کی نگاہوں میں رہنے لگے یہاں آنے کا کوئی بہانہ چاہتے تھے کہ سائیں الہ داد برج تاشہ والے (برج تاشہ کیلیانوالہ سے بمشکل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے) ان کو بھی چک نمبر ۱۴ میں مربع ملے ہوئے تھے۔ وہ آپ کو شرقپور شریف میں لانے کا بہانہ بن گئے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ہمارا کھال

Marfat.com

چونکہ بہت دور ہے اس لئے ہمارے کھیتوں تک پانی نہیں پہنچ پاتا۔ آپ چونکہ محکمہ نہر میں ٹھیکیداری کا کام کرتے ہیں اگر گزارش کر کے ہمیں نزدیک سے کھال منظور کروادیں تو بہت اچھا ہے۔

آپ چونکہ فقیروں کی بہت عزت کرتے تھی اس لئے اسی دن پچھلے پہر چل پڑے اور اڈے پر رات گزاری اور صبح کو ضلع دار جو کہ سکھ تھا' کے پاس آئے وہ بڑے تپاک سے ملا۔ چونکہ وہ نہانے جارہاتھا کہنے لگا' ایک دو گھنٹہ کے بعد تشریف لانا۔ آپ کا کام آپ کی منشاء کے مطابق کردیاجائے گا۔ میں ذرا نہادھو کرفارغ ہو لوں۔ چنانچہ آپ دونوں بازار میں تشریف لے آئے۔ سائیں الہ داد نے عرض کیا چلو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مل لیں۔ شاہ صاحب تو پہلے ہی بہانہ چاہتے تھے۔ وہ بہانہ بار بار آپ کو ہاتھ لگنے لگا۔ شاہ صاحب نے کچھ پھل وغیرہ خریدے اور سائیں الہ داد کی چادر میں ڈالے پھر حاضر دربار ہونے کے ارادے سے چل پڑے۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس وقت لوہاراں والی مسجد میں تشریف فرماتھے۔ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھل پیش خدمت کیا جو آپ نے قبول فرمایا۔ اور حلقہ نشینوں میں یہ پھل بانٹ دیا باقی سب کو ایک ایک دیا مگر شاہ صاحب قبلہ کو دو عنائت فرمائے اور کمال مہربانی سے پیش آئے۔

اب آپ نے شاہ صاحب سے دریافت فرمایا آؤ کیسے آنا ہوا ؟ عرض کیا الہ داد کے ساتھ پانی کے کھال کے لئے ضلع دار کے ہاں آئے تھے "جاؤ پہلے وہ کام کر لو اگر دوبارہ ملنا ہو تو مولوی محمد شفیع والی مسجد میں مل لینا"۔

Marfat.com

چنانچہ شاہ صاحب اور سائیں الہ داد ضلع دار کے ہاں چلے گئے ضلع دار نے کمال محبت سے پانی کے کھال کا کام ان کی حسب منشاء کر دیا پھر پوچھا کہاں گئے تھے ؟ سائیں الہ داد نے کہا میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں۔ سکھ ضلع دار دونوں کے پاؤں چومنے لگا۔ کہ آپ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان ہیں ہمارے لائق کوئی اور خدمت ہو تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔ یہاں سے نکلے تو سائیں الہ داد نے شاہ صاحب سے عرض کی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھاکہ اگر دوبارہ ملنا چاہو تو مسجد مولوی محمد شفیع والی میں آجانا۔ میرا خیال ہے ان سے مل لینا چاہئے یہ حاضری نہائت ضروری ہے۔ آپ دوبارہ حاضر ہوگئے اور حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نیاز حاصل کیا۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے سائیں الہ داد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

"ایسے بابے کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں"۔

قبلہ شاہ صاحب آگے بڑھے اور سراپانیاز بن گئے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیااور کھینچ کر قریب کر لیا۔ سورۃ قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تلاوت فرمائیں اور فرمایا تم کو بتانا کیا ہے کبھی کبھی آ کر ہو جایا کرو۔ پھر جانے کی اجازت دے دی۔

یہ اجازت شاہ صاحب نے خود نہیں مانگی تھی وہ اجازت کیوں مانگتے ؟ وصل کے بعد ہجر میں تڑپنے کی اجازت کون مانگتا ہے ؟ شاہ صاحب تو بس اسی آستانہ کے خادم ہو کے رہنا چاہتے تھے اس شہر تجلیات میں بس جانا چاہتے تھے۔ مگر بسنا تو وہ ہوتا ہے جو اپنی

Marfat.com

مرضی سے نہ بسا جائے بسانے والے کی مرضی دیکھی جائے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو ابھی اس کے جذبہ عشق میں اور ہلچل چاہتے تھے اسے پختگی کی آگ میں اور جلانا چاہتے تھے۔

اب آپ کو بھیج دیا گیا مگر ڈوری کا سرا حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں رہا۔ جب چاہتے کھینچ لیتے۔ اور پھر ایک منزل ایسی آئی کہ نورالحسن یہیں کے ہو رہے۔ اور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بالکل قلیل عرصے میں شاہ صاحب کو منتہی فرمادیا اور اپنی توجہ خاص سے آپ کے ظرف عالی کو ایک نظر میں بھرپور فرماکر اس کو معراج کمال تک پہنچادیا جہاں پر ایک عالم سالک سالہا سال کے مجاہدہ سے بھی نہیں پہنچ سکتا' نہ صرف مریدین کے حلقے تک رکھا بلکہ خلفاء کی صف میں بھی کھڑا کر دیا اور تعلقات میں قربت اس قدر ہو گئی کہ محبوب و محب میں پہچان مشکل ہو گئی۔ طبیعت کو عاشقانہ سوز مل گیا اور دونوں کے رازو نیاز مشترک بن گئے اور من دیگرم والا امتیاز مٹ گیا۔

حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربل والے ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ کے حکم بموجب حضرت حاجی عبدالرحمن صاحب و دیگر احباب حضرت شاہ صاحب سے جانے کے لئے اصرار کرتے تھے مگر یہ جانے کا نام نہ لیتے تھے۔ بلکہ الٹا ان لوگوں سے کہتے میں چلا گیا تو حضرت قبلہ آپ لوگوں پر ہی ناراض ہوں گے۔ آپ سب کو کیا معلوم کہ حضرت مخدوم کس زبان سے اور کس دل سے مجھے جانے کو فرماتے ہیں۔ آپ لوگ میرے معاملے میں دخل نہ دیا کریں یہ بھی ٹھیک کہتے تھے ۔ محبت کی رمز کو

Marfat.com

محبوب ہی خوب جانتا ہے یہ اس شرف سعادت کو حضرت قبلہ کے حکم سے مقدم جانتے تھے سوز عشق سے جل کر کباب ہو چکے تھے اور حالت یہ تھی۔

مختصر حال چشم و دل یہ ہے
اس کو آرام نہیں اس کو خواب نہیں

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر پڑے رہے۔ آخر کہے سننے کے بعد جب گئے تو واپس آ گئے کہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بغیر دل لگتا ہی نہیں تھا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے خلفاء کی نسبت حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو زیادہ دیر تک اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہنے کا شرف حاصل رہا اس شرف خصوصی کے باعث آپ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سفر و حضر میں بھی ساتھ رہے۔

مگر جب اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو چند روز پہلے آپ کو گھر بھیج دیا گیا شائد اس میں حکمت یہ ہو کہ جدائی کے لمحے قریب آنے والے ہیں اور یہ عاشق صادق اس صدمہ جانکاہ کو برداشت نہ کر سکے گا۔

یوں آپ نے حضرت شاہ صاحب قبلہ کو نورالحسن بنا دیا اور قسمت کا تبادلہ کر دیا۔ اور پھر جو شخص قرآن مجید تک نہیں پڑھا ہوا تھا وہ قرآن مجید کے وہ وہ نکات بیان فرمانے لگا جنہیں سن کر بڑے بڑے عالم دنگ رہ جاتے تھے' اگر آپ حضرت شاہ صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "الانسان فی القرآن" کا مطالعہ کرین تو شاہ صاحب قبلہ کے علم قرآن پر عبور حاصل ہونے کا ثبوت ملے گا اور جو شخص ساتویں

Marfat.com

جماعت سے آگے نہ چل سکا ہو وہ عربی اور فارسی زبان کے رموز کیسے سمجھ سکتا ہے؟ محض اس وجہ سے کہ اس کے قلب کے اندر کسی ولی کامل کی نگاہ جھانک رہی ہے اس لئے وہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بارے علم عروض کی زبان میں بات یوں کرتا ہے۔

افضل و اکمل مکمل راہنمائے کاملاں
ملتجائے بے کساں ہم مژدہ افسردگاں

حامی دین متین و فخرو عزت خواجگاں
صاحب درد و فغان را سر عاشق صادقاں

بے کنارہ بحر عرفان بادشاہ عارفاں
مظہر جلی سر خفی سر از سر نہاں

عاشق و محبوب رب العالمین را بیگماں
ہست مخفی از عواماں راز دانا راعیاں

نقطہ نور احد از نور احمد مجتبی
نور نبی نور خدا نور محمد مصطفے

حوالہ جات

مضمون کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی۔

ا۔ اولیائے نقشبند از محمد امین شرقپوری۔

Marfat.com

۲۔ رسالہ مہک گوجرانوالہ نمبر۔

۳۔ انشراح الصدور بتذکرۃ النور از سید منیر حسن شاہ جو کالوی۔

Marfat.com

"نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

☆ مرد کامل کی بارگاہ میں حاضری سے رسوائیاں خوش بختی میں بدل جاتی ہیں۔

☆ علامہ اقبال کی زندگی کا ایک روشن پہلو۔

☆ مرد کامل بعض اوقات اشتیاق میں شدت پیدا کرنے کے لیے ملاقات سے انکار کر دیتا ہے۔

☆ علامہ اقبال مرد قلندر کی بارگاہ میں آنے کے بعد مرد قلندر بنا۔

ایسے لگتا ہے جو بات فضائے عالم میں کردی جائے وہ ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر دور دور کے لوگو کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے لوگوں کے کان اسے محفوظ بھی رکھتے ہیں اور اس کے اثرات دیکھنے کے منتظر بھی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ لوگ اپنی اپنی قیاس آرائیوں کی بناء پر مختلف مطلب بھی اخذ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ ایسی آواز سے خائف رہتے ہیں اور بات کرتے وقت بڑی احتیاط بھی کرتے ہیں۔

یہ اپریل 1911ء کی بات ہے انجمن حمایت اسلام لاہو کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا کہ ایک تیس پینتیس سالہ نوجوان سٹیج پر ٹہلتے ٹہلتے بڑی خوش الحانی کے ساتھ ایک نظم سنا

Marfat.com

رہا تھا۔پنڈال میں حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ تھے۔پورے مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کیا مجال کہ سوئی گرے اور اس کی آواز نہ سنائی دے۔ لوگوں پر ایک محویت کا عالم تھا۔ وہ ایک ایک شعر پر جھوم رہے تھے اور سبحان اللہ ' سبحان اللہ کی آوازیں کہیں کہیں سنائی دے رہی تھیں۔

پانچ چھ شعر پڑھنے کے بعد شاعر نے ذرا مسکرا کے کہا۔

اے خدا! شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے

خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

لوگوں نے کان کھڑے کیئے کہ وہ بھی شکوہ سنیں جو اقبال خدائے اعلیٰ و برتر سے کرنا چاہتا ہے۔ شاعر نے قبل از اسلام کا منظر پیش کیا۔ پھر اشاعت اسلام کی بات کی۔ اور عروج اسلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے ,نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم

نے تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

ہم وفادار نہیں' تو بھی تو دلدار نہیں

Marfat.com

بس پھر شکوہ و شکایت شروع ہو گئی۔ اقبال بے باکی سے کہنے لگا۔

خندہ زن کفر ہے' احساس تجھے ہے کہ

نہیں

اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور

اور بیچارے مسلمان کو فقط وعدہ ء حور

کبھی ہم سے' کبھی غیروں سے شناسائی ہے

بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

پھر یہ آزردگی غیر سبب کیا معنی

اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی

اب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ بعض لوگوں نے ان اشعار کو پسند نہیں کیا۔۔۔۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ مگر لوگ منڈلیوں میں کھڑے ہو کر انہی اشعار کو زیر بحث لاتے رہے۔۔۔۔ پھر جلسے کے ایک دو دن بعد جمعہ تھا۔ خطیب منبر نے بھی ان ہی اشعار کا تذکرہ کیا۔ خوب کھل کر تنقید کی۔ لفظ و معانی کی بخیہ دری کی - اور تان اس پر توڑی کہ یہ اشعار نہایت گستاخانہ ہیں۔ خدا کی ذات کے بارے میں ایسی

Marfat.com

گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگلے لمحے علامہ اقبال پر کفر کا فتوٰی داغ دیا گیا۔ یہ فتوٰی لوگوں کی زبان پر آیا اور اخبارات میں بھی شہ سرخیوں کی ساتھ چھپ گیا۔

علامہ اقبال کے ہمنواؤں اور مخالفین میں خوب لے دے ہوئی۔ مخالفین نے علامہ اقبال کو دائرہ کفر میں پھانسنے پر خوب اصرار کیا ور موافقین نے انہیں اس دائرے سے نکالنے کی کوشش کی۔

علامہ اقبال نے جب اس فتوے کو دیکھا اور مخالفین کی باتیں سنیں تو پیچ کر رہ گئے۔انہوں نے بڑا کہا کہ اشعار کا جو مطلب آپ لوگوں نے نکالا ہے وہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا کفر کا فتوٰی بھی مناسب نہیں۔ مگر ایک لہر تھی جس میں پڑھے لکھے لوگ بھی بہے جا رہے تھے۔

تقریباً" ایک سال کے بعد 1912ء میں موچی دروازہ میں ایک جلسہ عام میں حضرت علامہ اقبال نے اپنی ایک دوسری نظم اسی بحر اور زمین میں پیش کی یہ نظم اس پہلی نظم کا جواب تھی۔ وہ شکوہ تھا۔ یہ جواب شکوہ۔ وہ ایک سوال تھا یہ اس کا جواب تھا۔ شاعر نے اس نظم میں ایک ایک جزو کا جواب دینے کی کوشش کی تھی یہ نظم سن کر بھی لوگ خوب جھومے تھے۔واہ واہ کے ڈونگرے برسائے تھے۔ اکثر لوگوں کی اس نظم

Marfat.com

سے تسلی ہو گئی - اب ایک معترض کے سامنے تین چار آدمی جواب دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ مگر محراب و منبر کے امین حضرات نے علامہ اقبال کو معاف نہیں کیا اور نہ ہی ان پر لگایا گیا فتویٰ واپس لیا۔

اسی طرح 1926ء میں جب علامہ اقبال نے صوبائی مجلس قانون ساز کے انتخابات کے لیے اپنی انتخابی مہم کا آغاز کیا تو انہیں اپنے انتخابی جلسوں میں لوگوں کی جو جو باتیں سننا پڑیں انہوں نے علامہ اقبال کو پریشان کر دیا۔ مثلاً" موچی دروازہ میں ایک انتخابی جلسہ میں جب علامہ اقبال تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے ان کی تقریر سننے سے انکار کر دیا ایک طرف سے آواز آئی علامہ اقبال اپنے عقیدے کا اظہار کریں۔دوسری طرف سے ایک شخص بولا اپنے مذہب کی وضاحت کیجئے۔ تیسری آواز آئی یہ سیٹ مسلمانوں کے لیے ہے کافر کے لیے نہیں۔

علامہ اقبال کا رنگ متغیر ہو گیا۔ان کی آواز بھرا گئی۔ آج وہ اپنے دلائل کھل کر نہ دے سکے جلسے کا رنگ پھیکا رہ گیا۔ علامہ اقبال کو اپنے اکثر انتخابی جلسوں میں ایسے ہی حالات کا سامنا رہتا۔ تاہم خدا کو ان کی کامیابی منظور تھی۔ 23 نومبر 1926ء انتخاب کا دن تھا۔ انہوں نے واضح اکثریت حاصل کی وہ کامیاب ہوئے مگر کفر کا فتویٰ جوں کا توں قائم تھا چودہ پندرہ سال گزر جانے کے باوجود ہوا نے اس فتویٰ کو محفوظ رکھا تھا علامہ اقبال کو

Marfat.com

ایک گھن لگ گیا تھا اور وہ اندر ہی اندر سے انہیں کھائے جا رہا تھا۔

علامہ اقبال کے ہاں شعر و سخن کی ایک محفل تقریباً" روزانہ منعقد ہوتی تھی۔ اس محفل میں پڑھے لکھے لوگوں کی علاوہ بعض ان پڑھ قسم کے لوگ بھی اپنا شوق لے کر حاضر ہوا کرتے تھے ایسے لوگوں میں شیخوپورہ سے حاجی معراج دین (جو اس وقت حاجی نہیں تھے) اپنے چھ دوستوں کے ساتھ اپنی سائیکلوں پر آتے اور اس محفل میں آ کر لطف اٹھاتے تھے۔

(حاجی معراج دین ابھی تک بقید حیات ہیں اور ۱۱۲ سال کی عمر کے باوجود صحت مند ہیں ان کا جسم بڑا مضبوط ہے۔ ابھی تک سیدھی کمر رکھ کے چلتے ہیں۔ذرا خم نہیں آیا۔ جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ میں ان کی رہائش ہے)

ایک دن علامہ اقبال نے ان نوجوانوں سے پوچھا کہ بیٹا! تم کہاں سے آتے ہو۔ تم بس ہماری ہی باتوں کو سنتے رہتے ہو اپنی بات تم نے کبھی نہیں سنائی۔

ہمیں بس آپ کے شعر سننے کا شوق ہے۔ ہم سائیکلوں پر شیخوپورہ سے آتے ہیں اور سائیکلوں پر ہی واپس جاتے ہیں - ایک نوجوان نے کہا۔

آپ شیخوپورہ سے آتے ہیں۔ اس شیخوپورہ سے جسے شہزادہ سلیم (شیخو بابا) نے آباد کیا اور جس کے قریب ہرن مینار بھی ہے علامہ اقبال نے فرمایا۔

Marfat.com

جی!جی! بالکل وہی شیخوپورہ۔ نوجوان نے جواب میں عرض کیا۔

اگرمیں آپکے پاس آؤں تو تم میری کیا مدد کرو گے۔ اقبال نے کہا۔

ہم دل وجان آپ پر نچھاور کر دیں گے۔

دیکھو نوجوانو! میں یہاں شہری آبادی میں بے حد پریشان رہتا ہوں۔ چاہتا ہوں کسی ویرانے میں جا کر چند دن گزاروں۔ دن رات روتا رہوں۔

نہیں میاں جی ہم آپ کو رونے نہیں دیں گے۔ آپ کی خوب سیوا خدمت کریں گے۔ آپ ہمیں اپنے عمدہ عمدہ شعر سنائیں گے نا۔ ایک نوجوان نے کہا۔

ضرور سناؤں گا۔

دن تاریخ طے ہوگیا اور علامہ اقبال مقررہ تاریخ پر بذریعہ ٹرین شیخوپورہ میں پہنچے۔ یہ ساتوں نوجوان ان کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے علامہ صاحب کو ایک تانگے میں بٹھا لیااور کھانے کا سامان بھی رکھ لیا۔ پھر ان کی خواہش کے مطابق انہیں ہرن مینار تک لے گئے۔

تالاب کے اندر والی عمارت کی آخری منزل پر علامہ اقبال نے پانچ دن قیام فرمایا۔ آپ نے یہ پانچوں دن سجدہ ریزی اور رونے میں گزارے۔ پانچویں دن علامہ صاحب نے ان نوجوانوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

Marfat.com

نوجوانو! آپ نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ آپ کا بڑابڑا شکریہ۔ اب میں پھر واپس اپنی پریشانیوں کے دیس میں جانا چاہتا ہوں۔

میاں جی آپ تو بڑے خوشحال ہیں - پریشانیاں آپ کو کیسے لاحق ہو گئیں۔

ہاں بیٹا! میں سخت پریشان ہوں اور شاید مرنے تک پریشان رہوں۔

آخر آپ پریشان کیوں ہیں ؟ آپ تو پڑھے لکھے ہیں۔ آپ جیسے لوگ تو دوسروں کی پریشانیاں دور کیا کرتے ہیں۔

ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر پریشانیاں جن لوگوں کا مقدر بن جائیں ان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

میاں جی ! آخر آپ کو پریشانی ہے کیا ؟ اپنی پریشانی کا اظہار تو کریں۔ ہم سات نوجوان یقیناً" آپ کی پریشانی کا بوجھ ہلکا کر دیں گے۔ آپ کی پریشانی ہم آپس میں بانٹ لیں گے۔

پیارے نوجوانو۔ میری پریشانی کسی سے بانٹی جانے والی نہیں ہے۔

میاں جی کچھ بتائیں تو سہی۔

دیکھو نوجوانو! میں جب دوسرے لوگوں سے اپنا مقابلہ کرتا ہوں تو اکثر کی نسبت اپنے میں کم برائیاں پاتا ہوں۔ جس کی بنا پر اپنے آپ کو ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

مگر جن لوگوں کو اللہ نے اچھے برے لوگوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ انہوں نے مجھے کافر کہہ دیا ہے۔

کافر کہہ دیا ہے ؟ کیوں۔ کس لیے۔ نہیں نہیں میاں جی آپ کافر کیسے بن گئے۔ کس نے آپ کو کافر کہا؟ کب کہا؟۔

جنہیں اللہ نے دین کی سمجھ دی ہے انہوں نے آج سے چودہ پندرہ سال پہلے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے اور وہ کفر کا فتویٰ اب تک قائم ہے۔اسی بات نے مجھے پریشان کر رکھا ہے سوچتا ہوں۔میرے پاس تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کا پروگرام ہے۔ چاہتا ہوں ان میں اتحاد پیدا ہو انہیں ان کی منزل دکھاؤں۔ ان کے سفر کی سمت متعین کروں۔

اگر میں کافر رہا تو مجھ کافر کی باتوں پر کون یقین کرے گا۔ میں مر گیا تو مجھے کس قبرستان میں دفن کیاجائے گا۔ مسلمانوں کے قبرستان میں یا کافروں کے قبرستان میں۔ یہی پریشانیاں مجھے اندر سے کھائے جا رہی ہیں۔

میاں جی! آپ ایسا کریں۔ شرق پور شریف میں جائیں۔وہاں پر ایک ولی اللہ ہے۔ میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کا نام ہے۔ بڑے مرد کامل ہیں۔ جو بات فرمادیں اللہ اسے پوری کر دیتا ہے۔

Marfat.com

ہاں میں نے ان کا نام سن رکھا ہے۔ واقعتاً" وہ ایسے ہی بزرگ ہیں مگر ان کی خدمت میں جانے کا مجھے شرف حاصل نہیں ہوا۔ میں انشاء اللہ ضرور ان کی خدمت میں حاضری دوں گا۔(یہ 1927ء کی بات ہے)

علامہ اقبال گھر گئے۔دوست احباب ملنے کے لیے آئے ان میں آپ کے گہرے دوست سر محمد شفیع بھی تھے۔

سر محمد شفیع اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہیں آپ (علامہ اقبال) تخلیئے میں لے گئے۔ فرمایا۔ میاں صاحب! آپ کے بھائی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری شرقپور شریف میں رہتے ہیں ان کے ہاں جانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ ملنے کی اجازت لے دیں تو زہے قسمت۔

سر محمد شفیع وقت نکال کر ایک دن حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضرہوئے۔ عرض کیا کہ ان کے دوست علامہ اقبال آپ کی خدمت میں قدم بوسی کا شرف چاہتے ہیں اگر اجازت مل جائے تو میں انہیں کسی وقت لے آؤں۔

وہ بھی آپ کی طرح بے ریش ہوں گے۔ آپ نے میری رشتہ داری سے کیا اثر قبول کیا ہے کہ آپ کے دوست یہاں آکر میری بات مانیں گے ؟ نہ لائیں انہیں یہاں میرے پاس۔

Marfat.com

جب سر محمد شفیع لاہور چلے گئے اور علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی تو علامہ صاحب نے ملاقات کی اجازت کے بارے میں دریافت کیا۔

سر محمد شفیع نے انہیں بتایاکہ یہ اجازت انہیں نہیں مل سکی۔ علامہ صاحب اسی وقت رونے لگ گئے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ عرض کیا۔

دیکھو میرے دوست گنہگار کدھر جائیں آپ ان کے بھائی ہیں کوئی رشتہ داری کا حق جتائیں۔ کوئی منت سماجت کریں۔ کوئی واسطہ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو ناکام واپس نہیں لوٹائیں گے۔

سر محمد شفیع ہفتے عشرے کے بعد دوبارہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ اقبال کی بے قراری کا ذکر کیا بڑی لجاجت اور انکساری سے انکے لیے آپ سے پھر اجازت مانگی۔

آپ نے تھوڑی دیر مراقبہ فرمایا پھر کہا اچھا لے آؤ۔

سر محمد شفیع کا چہرہ کھل گیا مسرت کھیلنے لگی وہ خوشی خوشی سیدھے علامہ صاحب کے ہاں پہنچے اور ملاقات کی اجازت کی نوید سنائی۔

علامہ اقبال کا سر یکدم جھک گیا ان کی آنکھوں مین آنسو آگئے۔ ہاں ہاں یہ خوشی کے آنسو تھے وہ تو اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں آنا چاہتے تھے مگر سر محمد

Marfat.com

شفیع کی مصروفیت نے دو تین دن مزید تاخیر کر دی۔

بہرحال ایک دن کوئی دس بجے کے قریب یہ دونوں حضرات شرقپور شریف میں تشریف لائے۔ علامہ اقبال کو ملکانہ گیٹ میں ملکاں والے ڈیرہ میں کھڑا کیا گیا اور خود سر محمد شفیع اعلیٰ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ علامہ اقبال صاحب آگئے ہیں اگر جازت ہو تو خدمت میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے آ جائیں۔

سر محمد شفیع علامہ صاحب کو لینے کے لیے چلے گئے اور آپ اوپر والی بیٹھک میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں حضرات (سر محمد شفیع اور علامہ اقبال) بیٹھک میں آکر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت صاحب کے نیچے اترنے کی آواز آئی یہ دونوں بے ساختہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب تشریف لائے تو دونوں تعظیماً" کھڑے ہوگئے۔ دونوں کے سر جھک گئے دونوں نے چپ سادھ لی۔

حضرت صاحب نے فرمایا۔

اخاہ! آج ہم جیسا کون ہے ؟ کہ ہمارے ہاں اقبال آیا ہے۔ ایک خادم سے فرمایا کہ کسی حجام کو بلا لاؤ۔ ہماری داڑھی مونچھیں بھی ان جیسی بنا دے ہاں ہاں آج اقبال جو ہمارے ہاں آگیا ہے۔

Marfat.com

سر محمد شفیع کو اپنی حالت پہ قابو رہا مگر علامہ اقبال کی رقت بے قابو ہو گئی۔ انکی آنکھوں نے ساون بھادوں کی جھڑی لگا دی۔

حضرت صاحب نے سر محمد شفیع سمیت سب لوگوں کو باہر نکال دیا۔ اقبال کے کاندھے پر پیار سے ہاتھ رکھا تو اقبال کو سکون مل گیا۔ عرض کیا حضور! گناہوں سے نفرت بجا ہے گناہگاروں سی ناروا۔ ہم پہلے ہی مایوسیوں کا شکار ہوتے ہیں اگر آپ بھی ٹھکرا دیں تو کدھر جائیں۔

حضرت صاحب نے بازو سے کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔

ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں گنہگار سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ کہئے کیسے آنا ہوا ہم فقیروں کے پاس ؟

اقبال کی آنکھیں پھر ڈبڈبا گئیں۔ رندھی ہوئی آواز میں عرض کیا کافر بنا دیا گیا ہوں۔ مسلمانوں کے زمرے میں داخل فرما دیجئے۔

اقبال! خدا کی رحمت رونے والوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ گھبرائیں نہیں آپ مسلمان ہیں۔ مسلمان ہی رہیں گے۔ آپ کو کافر کہنے والے تمہارا نام عزت سے لیں گی۔ منبروں پر تمہارے اشعار پڑھیں گے۔ تمہارے جن شعروں کی وجہ سے تم پر فتوی تکفیر لگا ہے وہ خود انہیں اکثر گنگناتے رہیں گے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا

Marfat.com

چاہیے۔

رحمت حق بہانمی جوید

رحمت حق بہانہ می جوید

اب اقبال کو لنگر کا کھانا پیش کیا گیا۔ سر محمد شفیع کو بھی بلایا گیا۔دونوں نے ماحضر بڑے شوق سے تناول فرمایا۔حضرت صاحب نے دعا فرمائی اور دونوں کو رخصت فرمادیا۔

اس حاضری کے بعد علامہ کی توقیر میں دن بدن اضافہ ہو تا گیا۔ علامہ اقبال کا یہ شعر۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اس واقعہ کی عکاسی کرتا ہے اور "مرد مومن" سے مراد اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری ہیں۔

علامہ اقبال 1927ء میں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور 1928ء میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ اقبال اکثر اپنے دوستوں سے کہتے کاش میں بہت پہلے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں

Marfat.com

حاضر ہوا ہوتا۔

یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ اس حاضری کے بعد کسی بھی زبان پر یہ لفظ نہیں آیا کہ علامہ اقبال کافر ہے۔ اور یہ بات بھی ثبوت کو پہنچی کہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ آج علامہ اقبال کے اشعار اپنی سٹیجوں پر جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور اپنے بیان کو مزین اور پرزور بناتے ہیں۔

حوالہ کے لیے: روایت حاجی معراج دین جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ

مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب بھی پیش نظر رہیں۔

اقبالیات بی اے — علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

منبع انوار — صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری۔

رسالہ مہک — (اقبال نمبر) گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔

ماہنامہ نور اسلام اکتوبر 1993ء

Marfat.com

اک مرد درویش پولیس افسر

☆ نیکو کار لوگوں کا تعلق انسان کو نیک بنا دیتا ہے۔

☆ جب تھانے بک جائیں تو تھانے کا انچارج بدمعاشوں کے ہاتھوں میں بک جاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کے بندوں کی شان میں گستاخی کرے۔

☆ مالک نیک ہو تو اس کے حیوانات بھی حلال و حرام میں تمیز کرنے والے بن جاتے ہیں۔

تڑاخ سے ایک طمانچہ معصوم بچے کے رخسار پر پڑا بیچارہ لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی جسے سن کر یقیناً" ہر ماں کا دل کانپ گیا ہوگا۔ اور ہر باپ کو مارنے والے پر غصہ ضرور آیا ہو گا۔ جلدی سے ایک دروازہ کھلا اور ایک نوجوان آگے بڑھا۔ اس نے بچے کو اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ یہ نوجوان اس بچے کا باپ کالے خاں تھا' جو اپنے اکلوتے بیٹے کی کانٹا چبھنے کی تکلیف کو بھی برداشت نہ کرتا تھا۔ اس نے بچے کی حالت کو دیکھا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ وہ طمانچہ مارنے والے کو جان سے مار دینا چاہتا تھا مگر گاؤں (بھگتو ضلع گورداسپور) کے چوہدری کو دیکھ کر کچھ نہ کر سکا بس اتنا کہا۔

چوہدری جی! اس معصوم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟

چوہدری کالے خاں پر ناراض ہوا۔ کہنے لگا۔

اس کمینے سے کہہ دو آئندہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ کھیلا کرے۔

مگر میرا بیٹا تو کسی کے ساتھ زیادتی کرنے والا نہیں۔ آپ نے ناجائز اسے

Marfat.com

مارا ہے۔

لوگ اکٹھے ہوگئے۔ چوہدری اس بیچارے کی زیادتی نہیں بتا رہا تھا اور نہ کسی کی سنتا تھا۔ بس شور مچائے جا رہا تھا۔ بچے کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے خود روتے روتے بتایا کہ انجو (انجم سنگھ) نے مجھ سے ایک اکنی ادھار لی تھی واپس دیتا ہی نہیں تھا آج میں ذرا سخت لہجے میں اکنی کی واپسی کا تقاضا کیا تو گالیاں بکنے لگا۔ پھر مجھے بھی غصہ آگیا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر نیچے پٹخ دیا۔ تو یہ باپ کو بلا لایا ہے۔ اس نے (منگا سنگھ) اپنے بیٹے کی زیادتی اور جرم تو پوچھا ہی نہیں۔ بس آتے ہی مجھے مارنا شروع کر دیا ہے۔ باپ نے اپنی جیب سے اکنی نکال کے بیٹے کو دے دی۔ کہا

بیٹا! ہم غریب ہیں۔ امیروں کے ساتھ ہمارا کھیلنا اچھا نہیں ہے۔ تم اپنے جیسوں کے ساتھ کھیلا کرو۔ اپنی دنیا خود آباد کرو۔ امیروں کے ہاں ناانصافیاں اور سختیاں ہوتی ہیں۔ ان کی فطرت ہی غریبوں کو تنگ کرنے والی ہوتی ہے۔ اور ہم غریب تو بس ان امیروں کی سختیاں برداشت کرنے کے لیے ہیں۔

رات کو بچہ سونے لگا تو اس کے دل میں سوچ اور فکر کے ان گنت جذبات موجزن تھے۔

کیا یہ دنیا صرف امیروں کے لیے ہے؟

کیا یہاں حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے؟

انصاف اور قانون کے محکمے حکومت کس لیے بناتی ہے؟

اس چوہدری (منگا سنگھ) کو پکڑنے کے لیے پولیس کا سپاہی کیوں نہیں آیا؟

Marfat.com

اگر سارے لوگ منگا سنگھ کا روپ دھار لیں تو خدا کی دھرتی سے امن و سکون اٹھ جائے۔ ایسے لگتا ہے محکمہ پولیس ہی کمزور ہے۔ اس محکمہ کے کارندے بس نام کے سپاہی اور تھانیدار ہیں۔ اگر اس محکمہ میں دیانت دار اور ہمت والے لوگ پیدا ہو جائیں تو امن و سلامتی کا دور دورہ دکھائی دینے لگے۔

بچے کی آنکھوں میں جب نیندیں آنے لگیں تو اس وقت وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ پڑھ لکھ کر پولیس کے محکمے میں جائے گا اور جتنے بھی منگا سنگھ ہیں ان سب کی چمڑیاں دھوپ میں خشک کر دے گا۔

پھر یہ بچہ بے فکر ہو کے ایسے سویا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ بچہ خدا بخش تھا۔ جس کے باپ کا نام کالے خاں تھا۔

چند دنوں کے بعد بچے کی خواہش کے مطابق اسے حضرت علامہ سید سراج الحق شاہ صاحب گور داس پوری کے مدرسہ میں داخل کروا دیا گیا۔ شاہ صاحب چونکہ صاحب بصیرت اور صاحب نظر بزرگ تھے لہٰذا آپکے مدرسہ میں جو بھی طالب علم آیا' اس میں زندگی بھر حرام و حلال کی تمیز رہی۔

خدا بخش نے حضرت شاہ صاحب کے مدرسہ میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور قناعت پسندی کا درس بھی لیا۔

ازاں بعد یہ خدابخش دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھگتو کے مقامی پرائمری سکول میں داخل ہوا۔ پہلے ہی دن سے جب یہ خدا بخش تختی اور قاعدہ پکڑے گھر میں آیا تو ماں نے پیار سے منہ چوم لیا۔اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا آہا میرا بابو

Marfat.com

آیا ہے۔ ماں کے منہ سے بابو کالفظ نکلنا تھا کہ یہی بابو اس کے نام کا ایک حصہ بن گیا۔ اور زندگی بھر کے لئے یہ خدا بخش خان بہادر بابو خدا بخش بن گیا۔

بابو خدا بخش نے یہاں سکول میں اچھے لڑکوں کے ساتھ دوستی رکھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ انسان کی زندگی بنانے یا بگاڑنے میں اس کے دوستوں کا بڑا دخل ہے۔ اچھے دوستوں کا مل جانا بھی خدا کی خاص نعمت ہے۔

بابو خدا بخش کی دوستی کا حلقہ کوئی زیادہ وسیع نہیں تھا۔ صرف تین چار نیکو کار قسم کے دوست تھے۔ اکٹھے رہتے تو فضولیات میں اپنا وقت ضائع نہ کرتے۔ پڑھائی کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرتے۔

بابو صاحب کے ایک دوست کا نام عبدالحمید تھا۔اس کے بستے میں سے ایک دن ناول کی کتاب نکل آئی' تو آپ اس سے ناراض ہوگئے کہنے لگے یہ ناول جھوٹے افسانے ہوتے ہیں جھوٹی معلومات کا ذخیرہ اگر ذہن میں جمع ہو جائے تو سچی باتوں کے لیے جگہ نہیں رہتی۔ میرے دوست! نصاب کی کتابیں پڑھا کرو۔

حمید نے کہا۔ یار! نصاب کی کتابیں تو کتنی بار دہرا چکا ہوں بلکہ حفظ ہو گئی ہیں۔

اچھا کل میں آپ کو ایک کتاب لا کر دوں گا' اسے پڑھا کریں۔

دوسرے دن بابو خدا بخش نے اپنے دوست کو جو کتاب دی وہ بزرگان دین کے حالات و واقعات پر مشتمل تھی۔ (غالباً" یہ کتاب تذکرۃ الاولیاء از حضرت فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ تھی)۔

اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابو خدا بخش کو بزرگان دین کے حالات پڑھنے کا

Marfat.com

بڑا شوق تھا۔

اس دوست (عبدالحمید) سے بابو جی کو کتنا پیار تھا؟ اس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ بابو خدا بخش نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی عبد الحمید رکھا۔ اس طرح وہ جب بھی اپنے بیٹے کو عبدالحمید 'حمید کہہ کے پکارتے تو انہیں ماضی کی ایک ایک بات یاد آ جاتی۔

بابو خدا بخش نے 1900ء میں مڈل کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیااور پھر تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ 1901ء میں پولیس میں اکاؤنٹس کے شعبے میں کلرک کی حیثیت سے بھرتی ہو گئے۔چونکہ اس شعبے میں ہر فرد کو بابو کہا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کے نام کے ساتھ جو بابو کا اضافہ ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کی نوکری کا آغاز ایک بابو کی حیثیت سے ہوا۔

6 سال تک اس شعبے میں کام کرنے کے بعد محکمہ پولیس میں آپ کی خدمات ایک سپاہی کی حیثیت سے منتقل ہو گئیں۔ چونکہ صداقت اور ایمانداری آپ کے رگ و پے میں سموئی ہوئی تھی اس لیے حوصلے میں مضبوطی اور ہمت میں بلندی آگئی۔ آپ نے جس برائی کو بھی گریبان سے پکڑا سیدھا کر کے رکھ دیا۔

آپ نے اس ملازمت میں دو اصولوں پر باقاعدگی سے عمل کیا۔ا۔ رشوت سے نفرت اور ۲۔ ناجائز سفارش کی بیخ کنی۔

یہی وجہ تھی کہ برائی ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے لگی اور جرائم کی شہ رگ کٹنے لگی۔ پھر تو بابو جی کی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔ اور وہ بڑی جلدی تھانیداری کے منصب تک پہنچ گئے۔

Marfat.com

آپ کی تقرری عموماً" ان تھانوں میں کی جاتی جن کے حلقہ تفتیش میں جرائم زیادہ ہوتے تھے۔ جب آپ اپنے تھانے کا چارج لیتے تو بد معاش اپنی بد معاشیوں کو چھوڑ دیتے۔ چور چوریاں کرنے سے ہاتھ اٹھا لیتے۔ جواء کھیلنے والے جوئے کے سارے داؤ پیچ بھول جاتے اور شراب پینے والے اپنے شراب کے مٹکے انڈیل دیتے۔ ان سب جرائم پیشہ لوگوں کو علم تھا کہ بابو خدا بخش کے قلم نے جو لکھ دیا وہ بھگتنا پڑے گا۔

آپ بطور ایس۔ ایچ۔او تھانہ پٹی' سرہالی' کھالڑا' قصور' چوہنگ' ڈسکہ' مغل پورہ اور بطور انسپکٹر پنڈ دادن خاں' اور جہلم میں رہے۔

آپ کہا کرتے تھے کہ پولیس کا محکمہ بڑا اہم ہے۔ اگر یہی ملت کے دامن کے بخیے ادھیڑنا شروع کر دے تو لوگوں کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ بد معاشوں اور ڈاکوؤں کو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے لیے قانون جو سزا تجویز کرتا ہے وہ انہیں ملنی چاہیے۔غالباً" آپ کی تقرری ڈسکہ میں ہوئی تو ڈی۔ آئی۔جی۔ پولیس کے دفتر کے ایک بابو نے کہا کہ بابو جی کچھ ہمارا بھی حصہ دیا کریں۔ یہ تھانہ تو ہزاروں میں بکا کرتا ہے۔ ہم نے آپ کی تقرری مفت میں کر دی ہے۔

بابو خدا بخش کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ کہا!

تم لوگ تھانوں کو بیچ کر غریبوں' مسکینوں اور شریفوں کی زندگی ان کی عزت' ان کا آرام اور سکون کا بھی سودا بدمعاشوں کے ہاتھوں میں کر دیتے ہو۔ تمہیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے کہ جب تھانے بک جائیں تو تھانے کا انچارج بدمعاشوں کے ہاتھوں میں بک جاتا ہے۔میں یہ سودا بازی نہیں کیا کرتا۔

Marfat.com

یہ بابو آپ کے قدموں میں گر گیا حضور! میں نیا نیا آیا ہوں' مجھے آپ کے اصولوں کا علم نہیں تھا۔ خدارا کسی سے میری شکائت نہ کرنا' مارا جاؤں گا۔ بڑی مشکل سے نوکری ملی ہے۔

آپ ڈسکہ میں بطور ایس۔ایچ۔او کام کر رہے تھے' تو وہاں کے بدمعاشوں نے دم سادھ لیا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ چھٹی پر تھے' تو وہاں کے ایک امیر چوہدری شکراللہ خاں(پاکستان کے سابقہ وزیر خارجہ ظفراللہ خاں کے بڑے بھائی) نے ایک غریب آدمی کو مارا۔ اتنا مارا کہ بیچارہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

شکراللہ خان نے مقتول کے وارثوں کو تھانے تک نہ جانے دیا۔ اس قتل کیس کی پولیس رپورٹ کی بھی نہ ضرورت محسوس کی اور نہ ہی پرواہ کی۔ بیچارے غریب لوگوں نے رو دھو کر اپنے مقتول کو منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیااور اس کی بخشش کی دعا کرنے لگے۔

بابو جی جب چھٹی گزار کر واپس آئے' تو آپ کو لوگوں کی زبانی پتہ چلا کہ بیچارہ بے گناہ تھا اور شکراللہ خاں نے محض اپنی چودھراہٹ کی بنا پر اس کی جان کو ضائع کیا ہے۔

ایک غریب کی جان کا اتلاف ایک امیر کے ہاتھوں! یہ ظلم کی انتہا ہے۔ کیا خدا بخش سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا؟اگر خدا بخش نے اس ظلم کے ہاتھوں کو نہ توڑا تو قیامت کے دن اس قتل کی روبکار خدا بخش کے کھاتے میں ہو گی۔

آپ نے اسی وقت صرف ایک سپاہی کو اپنے ساتھ لیا اور شکراللہ خاں کے

Marfat.com

ڈیرے میں چلے گئے۔ شکر اللہ خاں ڈیرے میں محفل جمائے بیٹھا تھا۔ حاشیہ بردار اس کی باتوں میں ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ اور وہ حقے کے ہر کش کے ساتھ مرغولے چھوڑ رہا تھا۔

شکراللہ خان تعظیم کی خاطر اٹھا اور بابو جی کو کرسی پیش کی ۔ عرض کی آؤ خان صاحب بیٹھیں۔

نہیں مجھے بیٹھنے کی ضرورت نہیں، مجھے آپ قتل کے کیس میں مطلوب ہیں۔ میں آپ کی گرفتاری کے لیے آیا ہوں۔

قتل! کون سا قتل! میرا قتل سے کیا تعلق ہے ؟ میں تو ایک شریف شہری ہوں۔ ہر شخص کا خادم ہوں۔ آپ کا بھی اور شہر کے ہر امیر غریب کا بھی۔

میں نے آپ کا خادم ہونا دیکھ لیا ہے۔ پرسوں جس غریب کو آپ نے مارا ہے، اس کی روح کی ایک ایک آہ میں تمہارا نام شامل ہے۔

نہیں خان صاحب ! میرا قتل سے کوئی تعلق نہیں تاہم تھانے جانے میں مجھے کوئی عذر نہیں۔ آپ جائیں میں آپ کے پیچھے پیچھے تھانہ آ رہا ہوں۔ رہا میرا قاتل ہونا، تو عدالت والے بتائیں گے کہ قاتل کون ہے ؟ آپ کو ایک ذمہ دار افسر کی حیثیت سے ایسی الزام تراشی زیب نہیں دیتی۔

میں تھانے میں آپ کی آمد کا انتظار نہیں کرنا چاہتا، آپ کو ابھی میرے ساتھ جانا ہے اور آہنی زنجیریں ہاتھوں میں پہن کر جانا ہے۔

یہ ہتھکڑیاں بدمعاشوں کے زیور ہیں۔ یہ انہیں کو سجتے ہیں ہمارے دامن تو بس

Marfat.com

عزت و شہرت کے پھولوں کے لیے ہیں۔

جیسے بھی ہے' میں بہرحال ہتھکڑی لگا کر ڈسکہ کے بازار میں سے گزار کر لے جاؤں گا تاکہ جن لوگوں کی زبان پر آپ کے جرم کی داستانیں ہیں انہیں لوگوں کی آنکھیں ایسے مجرم کو خدا بخش کی حراست میں بھی دیکھ سکیں۔

بابو خدا بخش آگے بڑھا اور اسے گرفتار کر لیا۔ زنجیر سپاہی کے ہاتھوں میں دی اور تھانے میں لے گیا۔ جاتے ہی حوالات میں بند کر دیا۔

کوئی دو تین گھنٹے کے بعد انگریز ڈی۔ سی (DC) اور ایس۔ پی (SP) کے خصوصی پیغام آئے شکراللہ خان کو حوالات سے آزاد کر دیں۔ وہ ایک شریف آدمی ہے۔ شریفوں کے ساتھ ایسا سلوک مزید مسائل پیدا کرتا ہے۔

آپ نے جواب میں عرض کیا۔میری تفتیش کے مطابق شکر اللہ خان قاتل ہے۔ مقتول کی قبر کشائی ہو گی۔ میڈیکل رپورٹ حاصل کی جائے گی۔ عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ آگے ان کی قسمت عدالت جو فیصلہ کرے گی خدا بخش کے سر آنکھوں پر ہو گا۔ رہی بات حوالات سے شکراللہ خان کو نکالنا میں اس معاملے میں مجبور ہوں۔ آپ خود اگر اس کی رہائی کے حق میں ہیں تو آ جائیں' خود اپنے ہاتھوں سے اسے رہا کر دیں۔

انگریز ڈی۔ سی (DC) اور ایس پی (SP) اس جواب پر بے بس ہو گئے۔ بابو جی نے شکراللہ خان کا چالان کر دیا۔

بابو خدا بخش تھانہ چوہنگ میں جب آیا تو اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت دور دور تک پھیل رہی تھی۔ بابو خدا بخش نے ان کا نام سن رکھا تھا مگر

Marfat.com

ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

تھانہ چوہنگ کی سرحد دریائے راوی کے دائیں کنارے کے کچھ دیہاتوں تک بھی تھی۔ بابو خدا بخش گشت پر تھا۔ اتفاق سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ چوہنگ سے شرق پور شریف میں تشریف لا رہے تھے۔ انہوں نے کشتی پر سوار ہو کر دریا کو عبور کیا۔اور رواں قدموں کے ساتھ چل دیئے۔ آپ نے کپڑے سے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھاتھا۔

خدا بخش نے انہیں کوئی وارداتیا خیال کیا۔ اس نے پیروی شروع کر دی۔ وہ جتنے تیز قدموں کے ساتھ چلتا۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس سے بھی تیز چلتے۔ بابو خدابخش نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس کے شک کا خیال یقین میں بدل گیا۔ اب اس نے آپ کے تعاقب میں بھاگنا شروع کر دیا۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی بھاگنے لگے۔رستے میں ایک قبرستان آیا"غالباً" ڈھانے کا قبرستان تھا" میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک پرانی قبر دیکھی جو ایک گڑھے کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ آپ جلدی سے اس قبر میں داخل ہوگئے اور اللہ کا ذکر کرنے لگے۔ بابو خدابخش آیا۔ اس نے گلیائی(گردن کے پیچھے گریبان کا حصہ) سے پکڑا اور کھینچ کر باہر نکال لیا میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ گرتے گرتے بچے۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے چہرے کو رومال سے چھپائے رکھتے تھے۔ بابو خدا بخش نے کوشش کی کہ ان کے چہرے سے رومال کھینچ دے اور ان کے چہرے کی پہچان کرکے معلوم کرے کہ وہ شخص کون ہے۔ میاں صاحب

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ بولے۔اللہ کے بندے میں کوئی وارداتیا نہیں ہوں۔ آپکی طرح اللہ کاایک ادنیٰ سا بندہ ہوں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ ایسا سلوک جیسا آپ نے میرے ساتھ کیاہے' نہیں کرناچاہیے۔ ایسے بندوں کی عزت اور باطن کی حفاظت اللہ تعالی خود فرماتا ہے۔ اور تنگ کرنے والوں کو وہ بھی تنگ کرتا ہے۔

مگر آپ ہیں کون ؟ مجھے اپنا تعارف تو کروائیں۔

فقیروں کے تعارف کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ مجھے لوگ شیر محمد کہتے ہیں لیکن میں اپنے آپ کو شیرو کہتا ہوں۔

یعنی شیر محمد عرف شیرو ہوئے نا آپ۔

بس میں ان دونوں ناموں کے سوا کچھ نہیں ہوں۔ خدا کو میری کوئی ادا پسند آجائے تو شیر محمد ہوں ورنہ شیرو ہوں۔

آپ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جانا ہے ؟

اللہ کی دنیا میں آیا ہوں۔اللہ کی دنیا سے جانا ہے۔

اللہ کی دنیاتو بڑی وسیع ہے۔ ذرااختصار سے نام لیں۔

شرق پور سے آیا تھا۔ شرق پور میں جا رہا ہوں۔

شرق پور!

ہاں ہاں شرق پور کل جب آپ آئیں گے' تو شرق پور شریف میں آپ مجھے دیکھ لیں گے۔

بابو خدابخش کو ایسا محسوس ہونے لگاکہ وہ اس پوچھ کچھ میں کوئی جرم کر رہا ہے۔

Marfat.com

اس کی گفتگو فرائض کی حدوں کو آگے تک پھلانگ رہی ہے۔ اور کوئی غیر مرئی قوت اسے مجبور کر رہی ہے کہ وہ مزید کوئی سوال اور تکرار نہ کرے۔ اور جتنی جلدی ہو سکے واپس چلا جائے۔

خدا بخش جونہی گھر پہنچا اسے قولنج کا درد ہونے لگا۔اسے کسی کروٹ سکون نہ ملتا وہ پہلو بدلتا رہا اور ہائے ہائے کرتا رہا۔ حکیم آئے۔ ڈاکٹر آئے دوا پر دوا دی گئی۔مگر ہر دوائی سے تاثیر شائد سلب ہو چکی تھی۔ اسے آرام نہیں آنا تھا' آرام نہیں آیا۔ وہ الٹا ہو کے لیٹ جاتا' پھر اسے ایسے لگتا جیسے کوئی گلیاٹی سے پکڑ کر اسے کھینچ رہا ہے۔ وہ اٹھتا اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارتا۔ کمرے کے کبھی اس کونے میں دیوار سے ٹکر مارتا اور کبھی اس کونے میں۔

تھانے کا سارا عملہ پریشان تھا کہ بابو کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے ؟ اسی طرح رات بیت گئی۔ طلوع فجر پر بابو جی نے کہا مجھے شرق پور شریف میں لے جاؤ۔میری تکلیف کا علاج اس جگہ کے سوا کہیں نہیں ہے۔

دریائے راوی کے چوہنگ پتن تک ان کو گھوڑے پر بٹھا کر لایا گیا۔ کشتی کے ذریعے عبور کیا۔ پھر بیل گاڑی کا انتظام کیا گیا۔ جس جگہ کل میاں صاحب سے تکرار و مباحثہ ہوا تھا جونہی اس جگہ کو پیچھے چھوڑا اور شرق پور شریف ہر لحہ قریب ہو تا گیا تو بابو خدا بخش کے درد میں کمی ہوتی گئی۔ جب یہ لوگ ملکانہ گیٹ شرق پور شریف میں پہنچے تو بابو خدابخش کا درد بالکل کافور ہو گیا یہ تھانیدار ایسے ہو گیا جیسے اس وقت سے چوبیس گھنٹے پہلے تھا۔ اب وہ خود پیدل چل کر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جاتے ہی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑا اور رونا شروع کر دیا۔ حضور! مجھے معاف فرمادیں میری گستاخی کی سزا مجھے بڑی مل چکی ہے۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی خدا بخش! تم نے کون سی گستاخی کی ہے ؟تم نے تو اپنا فرض پورا کیا ہے۔ آپ کا کام تو واقعتاً" چوروں کو' اچکوں کو ' بدمعاشوں کو' اور ڈاکوؤں کو پکڑنا ہے۔ آپ کی نگاہ میں تو ہر شخص ہی مشکوک ہے۔ اس شک کی بنا پر آپ نے مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ تو یہ کوئی گستاخی تونہیں ہے۔

نہیں حضرت صاحب میری آواز میں اور میرے طرز عمل میں شرافت نہیں تھی۔ بلکہ تھانیداری والا انداز تھا' جو آپ کی شایان شان نہیں تھا۔

چلو بھئی آپ نے جو بھی انداز اپنایا ہم نے برداشت کر لیا۔

حضور میں بڑا نادم ہوں۔ میں اس داغ ندامت کو دھونا چاہتا ہوں۔ مجھے معاف فرمادیں۔میاں صاحب نے بازوؤں سے پکڑ کر قریب کھینچ لیا اور سینے سے لگا لیا۔

فرمایا میرا سینہ آپ کے معاملے میں بالکل صاف ہے۔ اللہ تعالی آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔

سنو! حق کی حمایت میں کوشاں رہو۔ اللہ تعالی آپ کی راہ میں قدم قدم پر آسانیاں پیدا کرے گا۔

اب بابو خدا بخش ہر ہفتے عشرے کے بعد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ملنے کے لیے آتا اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھر بھر کر لے جاتا۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ بے ریش شخص سے مصافحہ کرنا پسند نہ فرمایا کرتے تھے۔ مگر بابو خدا بخش ہی ایک ایسا شخص تھا جو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے بعد باریش ہوا۔ تاہم میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کے بے ریش ہونے پر بھی اس سے پیار سے ملتے تھے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیض سے ہی اس کی زبان اور پھونک میں اللہ تعالیٰ نے فیض کی تاثیر رکھ دی تھی۔

جو کسی سے کہا پورا ہو گیا۔ایک عورت آئی۔ ان کی بیوی سے ملی۔ روتے روتے عرض کرنے لگی۔ 12 سال سے گود خالی ہے۔ بے اولاد ہوں میاں اب دوسری شادی کرنے کے شوق میں ہے۔ بابو صاحب سے میری دعا کروائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی بیٹا عطا فرما دے۔

اتنے میں بابو جی آگئے۔ بیوی نے اس عورت کے لیے سفارش کی۔ پہلے تو نہیں مانے مگر جب اصرار بڑھا تو پانی پھونک کر دے دیا۔ تقریباً" ایک سال بعد یہی عورت مٹھائی لے کر آئی۔ اس کی گود میں ایک ننھا منا بچہ بھی تھا۔ بڑی خوش تھی۔ بابو جی نے اس بچے کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ اسے نیک اور صالح بنائے۔

جب خود پور کا بھگا لمگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوا تو تفتیش کا کام بابو خدا بخش کے سپرد ہوا۔ اس نے سکھوں کو پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا۔

ان سکھوں کے تعلق والے دوسرے سکھ 8000 روپے(جو آج کے حساب سے ساڑھے بیاسی لاکھ کے قریب بنتے ہیں) لیکر بابو خدابخش کے پاس آئے۔ آپ نے ان لوگوں کو بھی حوالات میں بند کر دیا۔ اور انگریز ڈی۔ سی لاہور کو بلواکر عرض کیا کہ قتل

Marfat.com

کیس میں یہ لوگ مجھے یہ رقم پیش کر رہے ہیں' میں نے قطعاً" اس میں سے ایک پیسہ تک نہیں لینا۔ آپ لینا چاہیں تو لے جائیں۔ ڈی۔سی خدابخش کے اس کردار پر خوش ہو گیا۔ اس نے اسے شاباش دی۔

سکھوں کی مرضی جب پوری نہ ہوئی تو انہوں نے ڈی۔ آئی۔جی پولیس اور گورنر پنجاب کو درخواستیں بھیج دیں کہ بابو خدابخش نے رشوت لے کر قتل کا جھوٹا مقدمہ بنا دیا ہے' گورنر کی طرف سے انکوائری ٹیم آئی تفتیش شروع ہوئی تو خدابخش نے عرض کیا۔

حضور ! مجھ پر رشوت کا الزام ہے ممکن میرے خلاف جھوٹے گواہ بھی پیش ہو جائیں اور جھوٹ کی ایک تحریک مجھ پر رشوت کا جرم ثابت کر دے مگر میں عرض کروں گا کہ یہ میرا گھوڑا (عام روایات میں گھوڑی کا ذکر آتا ہے) بندھا ہوا ہے آپ اسے بغیر قیمت ادا کئے (چوری) چارہ لا کر کھلائیں۔ اگر اس نے وہ چارہ کھا لیا تو میں نے یقیناً" رشوت لی ہو گی اگر گھوڑے نے چارہ نہ کھایا تو رشوت نہیں لی ہو گی۔

انکوائری آفیسر نے کہا۔ خدابخش ! یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ گھوڑا تو ایک حیوان ہے اسے کیا تمیز ہے کہ چارہ چوری کا ہے یا قیمت ادا کی گئی ہے ؟

آپ بجا فرماتے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ یہ گھوڑا چوری کا چارہ نہیں کھائے گا کیونکہ میں نے ہمیشہ طیب خوراک اسے دی ہے بلکہ یہاں تک کہ میں نے اسے کھیتوں کو دیا جانے والا پانی جو نالی میں چل رہا ہو تا بغیر اس کی قیمت دیئے نہیں پلایا۔

انکوائری آفیسر نے چوری کا چارہ منگوایا اور گھوڑے کے آگے ڈال دیا گھوڑے نے اسے سونگھا اور منہ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

Marfat.com

انکوائری آفیسر نے کہا یقیناً" آپ کا گھوڑا سیر شدہ ہے۔

نہیں میرے آقا! گھوڑا بھوکا ہے۔ اب بابو خدابخش نے اپنی گرہ سے پیسے دیئے۔ قیمتاً" چارہ منگوایا۔ جونہی اسے گھوڑے کے آگے ڈالا گیا گھوڑے نے فوراً" کھانا شروع کر دیا۔

انکوائری آفیسر حیران رہ گیا۔ ایک حیوان میں حلال و حرام کی اس قدر تمیز اور صاحب تقویٰ کو حیوان کے بارے میں اتنا اعتماد و یقین وہ اس مشاہدہ پر جھوم جھوم کر داد دینے لگا اس نے رپورٹ میں لکھا کہ خدابخش کے خلاف درخواست حقیقت پر مبنی نہیں خدابخش نے قطعاً" رشوت نہیں لی۔

بابو خدابخش انسپکٹر پولیس کے درجے تک پہنچے۔ 1936ء کو وہ چھٹی پر گھر آئے تو دنیا کی نوکری چھوڑ کر خدا کی نوکری کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے ریٹائرمنٹ کی درخواست دے دی محکمہ نے بار بار واپس آنے کو کہا مگر آپ نہیں مانے۔

الوداعی پارٹی کی تقریب ہوئی تو ڈی۔ سی لاہور نے اپنی تقریر میں ایک سوال کیا کہ کیا کوئی شخص دریا میں چھلانگ لگا کر بالکل خشک حالت میں باہر نکل سکتا ہے۔

سب نے کہا نہیں ایسا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔

ڈی۔ سی نے کہا۔ نہیں بھائیو! ایسا ممکن بھی ہے آپ کے سامنے بابو خدابخش کی ایک زندہ مثال موجود ہے اس نے پولیس میں رہ کر اپنے دامن کو رشوت کی آلودگی سے بچائے رکھا۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے تک کو حرام چارہ نہیں ڈالتا تھا۔ اس کی کھرجی میں توڑی اور دانہ ہوتا تھا جہاں وہ رکا اس نے اسکی خوراک کھرجی میں سے نکال

Marfat.com

کر دی اپنے لیے بھی روٹی اور اچار ساتھ رکھتا تھا۔

ہم نے سنا ہے ایک بار ایسا ہوا کہ اس نے کسی تندور والی کو پیسے دیئے کہ وہ اسے دو روٹیاں پکا دے تندور والی نے خیال کیا کہ بابو نیک افسر ہے اس کی خدمت سیوہ کرنی چاہیے چنانچہ اس نے گھی لگایا اور پراٹھے پکاکر دے دیئے اور ساتھ مرغ کا گوشت بھی بابو خدابخش نے پوچھا۔ ماں جی! جو پیسے میں نے آپ کو دیئے تھے کیا ان سے ایسی روٹی اور سالن مل سکتا ہے ؟۔

نہیں بیٹا!مگر خشک روٹی بھی سالن کے بغیر نہیں کھائی جا سکتی۔

بابو خدابخش ناراض ہو گیا کہا کہ میں ایسی روٹی سے باز آیا۔ میں خشک روٹی پر نمک لگاکر کھالیا کرتا ہوں۔

اس نے وہ روٹی نہیں کھائی اور بھوکا چلا گیا۔

بابو خدابخش ریٹائر ہوا تو اس نے اپنا گھوڑا اپنے ایک دوست علی حسین شاہ کو دے دیا' جو کہ پولیس میں ہی ملازم تھااور منڈی کامونکی کے تھانے میں تھانیدار تھے۔ اور بابو خدا بخش کی طرح بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ مگریہ گھوڑاانکے ہاں جاکر خوش نہیں ہوا۔ نہ چارا کھایا۔ نہ پانی پیا۔ گھوڑا بیماروں کیطرح کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے پانی بہتا رہتا جیسے وہ رو رہا ہو۔اور اپنے سابق مالک کی جدائی اس کی برداشت سے باہر ہو۔

ایک دن بابو خدا بخش اپنے دوست سے ملنے کو آیا۔ گھوڑے نے اپنے پرانے مالک کو دیکھا۔ پہلے ہنہنایا پھربابو خدا بخش کے پاؤں پر اس نے سر رکھ دیا۔ آج پھر اس

Marfat.com

گھوڑے کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔

بابو خدابخش کے اس دوست کا بیان ہے کہ وہ جب اس گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے حوصلوں اور ہمتوں میں نئے ولولے پیدا ہو جاتے۔

بقول کرامت علی سب انسپکٹر پولیس 1988ء کی بات ہے کہ جب ہم بھرتی ہوئے تو سہالہ میں زیر تربیت تھے۔ ہم ایک دن اپنے انسٹرکٹر کی عدم موجودگی کے باعث اپنی قسمت کو کوس رہے تھے کہ وہ اپنی عملی زندگی کا آغاز اس محکمے سے کر رہے ہیں جس کی پیشانی پر رشوت اور بد عنوانی کے بڑے بد نما داغ ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اتنے میں ہمارے انسٹرکٹر جناب محمد صادق صاحب(جو اسوقت ڈسٹرکٹ پولیس لائن قلعہ گجر سنگھ میں بطور انسٹرکٹر تعینات ہیں) آ گئے۔ انہوں نے ہماری باتیں سن لیں۔ فرمایا۔

برخوردارو! یہ درست ہے کہ کچھ بدطینت لوگوں نے اس محکمہ کی ساکھ اور شہرت کو نقصان پہنچایا ہے' مگر اس کے ماضی کی داستانوں میں بابو خدابخش جیسے کردار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ بادلوں کو اشارہ کردیتے تو وہ برسنے لگتے۔ اللہ تعالی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق آپ کو بخشے۔ بابو خدابخش نے 110سال کی عمر پاکر 19981ء میں وفات پائی اور گنج مغل پورہ میں دفن ہوئے آپ نے اپنے پیچھے چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ بڑے تینوں بیٹے چوہدری محمد نذیر خان۔ چوہدری عبدالحمید خان اور چوہدری احمد سعید خان۔ محکمہ پولیس میں اچھے عہدوں پرفائز رہے۔ جبکہ چوتھا بیٹا چوہدری فضل الرحمان خان وکیل ہے۔ صاحب اولاد ہیں اور صاحب عزت

Marfat.com

بھی۔

چوہدری محمد نذیر خان اور چوہدری عبدالحمید خان اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

بابو خدا بخش ریٹائر ہونے کے بعد بڑھاپے کے باوجود شرق پور میں آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے رہے۔ گاہے گاہے چوہدری احمد سعید خان بھی ان کے ہمراہ ہوتے۔

نوٹ: اس مضمون کے مختلف واقعات کے راوی مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ چوہدری محمد علی شاہپور کانجرہ حال لاہور۔

2۔ حاجی استاد محمد ابراہیم چوہنگ حال شرق پور شریف۔

3۔ حاجی بابا جلال الدین چوہنگ۔

4۔ چوہدری احمد سعید خان ابن بابو خدا بخش۔

5۔ چوہدری فضل الرحمان خان " " "۔

6۔ میاں چراغ دین ولد خوشی محمد پیپلز کالونی فیصل آباد۔

7۔ سید امجد علی شاہ منڈی کاموکی۔

Marfat.com

دامان فیض عام

☆ ولی کامل کی بات تقدیر بدل کے رکھ دیتی ہے۔

☆ سرکاری افسروں کی یاریاں جرائم کی رفتار میں اضافہ کرتی ہیں۔

☆ ہرنیاں(فتق) کی بیماری کے اسباب میں زنا ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

☆ زنا بے پناہ جرائم کو جنم دیتا ہے۔

☆ شادی زنا سے بچاتی ہے۔

☆ بزرگان دین کے ہاں حاضری اخلاق کی تعمیر کرتی ہے اور ان کے دسترخوان کے ٹکڑے جسم کی بیماریوں کا علاج ہیں۔

اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کا 23 واں عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جانے والا تھا۔ بغیر کسی اشتہار اور اعلان کے عرس کی تقریبات شروع ہونے سے قبل ہی لوگ شرقپور شریف میں آنا شروع ہوجاتے گلیاں اور بازار پررونق بن جاتے تھے۔

زمین شرقپور شریف کی خاک کے ذروں میں ایک روحانی کشش تھی کہ زائرین دور دور سے پیدل چل کر آتے رہتے تھے اور ہر ایک ذکر و فکر میں مشغول رہتا۔ ان زائرین میں ایک بوڑھا بابا محمد ابراہیم جس کا تعلق قلعہ گوجر سنگھ لاہور سے تھا۔اس

Marfat.com

عرس کی تقریبات میں شمولیت کی غرض سے حاضر ہوا۔ کوئی 6فٹ لمبا قد ہوگا۔ سفید داڑھی۔موٹی موٹی آنکھیں مگر اندر دھنسی ہوئی۔ پر وجاہت چہرہ۔ سفید دھلے ہوئے کپڑے۔ سر پر گٹھڑی نما پگڑی باندھے ہاتھ میں لاٹھی لئے درمیانی چال سے چلتے ہوئے بولیاں والے کھوہ(کنواں) کی طرف بڑھتا ہوا آیا۔

بولیاں والا کھوہ شرقپور شریف کے جنوب مغرب میں واقع ہے اب کھوہ کا تقریباً" سارا رقبہ آبادی میں تبدیل ہو چکا ہے کھوہ کی حویلیاں اب بھی موجود ہیں مالکان کی اولادیں بڑھاپے کی حدوں میں داخل ہوچکی ہیں۔ انہیں مالکان میں ایک بابا حاجی غلام یسین ہے جس پر اعلی حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خاص نظر کرم تھی۔ عمر کی 85ویں بہار دیکھ رہا ہے۔ اس کی یاداشت خاصی مضبوط ہے اور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے واقعات بڑی روانی کے ساتھ بیان کر جاتا ہے۔۔ان کے بیان کیمطابق جب حضرت قاری محمد ابراہیم (امام مسجد) نے غلام یسین کو حفظ قرآن کی خاطر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت مانگی تو اعلی حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بس اسے نمازی بنائیں۔۔۔۔نمازی بنانے کی بات ایک ولی کامل کی زبان سے نکلی اور واقعتا" اسے نمازی بنا گئی۔ وہ بڑی خوشی سے اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ اب تک میری صرف ایک نماز (نماز عصر)قضاء ہوئی ہے اور پوری زندگی میں تین جمعے نہیں پڑھ سکا۔

یہ غلام یسین کھوہ پر ڈھورڈنگروں کو چارہ ڈالنے میں مشغول تھا کہ اس نے اس باباجی کو دیکھا۔ باباجی یوں رواں قدموں کے ساتھ آرہے تھے جیسے اس کھوہ کے

Marfat.com

سارے بندے ان سے واقف ہیں۔

رہٹ چل رہا تھا۔ سفید رنگ کے بیلوں کی جوڑی بڑے استقلال کے ساتھ پانی کھینچ رہی تھی۔ ان کے گلے کی گھنٹیوں اور گھنگروؤں کی آواز کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ باباجی آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے کپڑے اتارے ایک لنگوٹی زیب تن کی اور کپڑوں کو دھونا شروع کیا کپڑے دھوئے اور سوکھنے کے لیے دھوپ میں پھیلا دیئے ۔ پھر خود نہاتے رہے۔ کنویں کے ٹھنڈے پانی میں نہاتے ہوئے انہیں ایک خاص لطف آرہا تھا باربار کلیاں کرتے منہ دھوتے اور پھر پورے جسم کو پانی میں ڈبو دیتے۔ کلمہ پڑھتے ہوئے اپنے سر کے لمبے بالوں کو جو چہرے پر ڈھلک رہے تھے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پر بکھیر دیتے۔ انہوں نے کپڑے پہنے اور کھوہ کی چھوٹی سی کچی مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی۔

نوجوان غلام یسین آگے بڑھا اور پوچھا۔ باباجی آپ کے کپڑے تو پہلے ہی دھلے ہوئے اور صاف ہیں اور ظاہر ہے کپڑے پہنتے وقت آپ نہائے بھی ضرور ہوں گے۔ مگر کپڑوں کو دوبارہ دھونا اور یوں پاکیزگی کی شرطوں کے ساتھ نہانے میں کیا مصلحت ہے ؟

باباجی بولے بیٹا ہم بڑے گناہگار ہیں جو چیز بھی ہم سے لگ جاتی ہے ناپاک ہو جاتی ہے۔ حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کرنی ہے۔ اس لیے ناپاک کپڑوں اور ناپاک جسم کے ساتھ کیوں جائیں ؟

باباجی کی ان باتوں میں بڑی مٹھاس تھی۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نام لینے

Marfat.com

میں بڑی عقیدت اور محبت ٹپکتی تھی اور نوجوان غلام یسین بھی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتاتھا۔ عرض کرنے لگا۔ باباجی مجھے کوئی خدمت کا موقعہ آپ دے سکتے ہیں حقہ تمباکو یا کوئی لسی پانی جس چیز کی طلب ہو فرمائیں۔ میں پیش کرنے کو تیار ہوں۔

باباجی آگے بڑھے انہوں نے نوجوان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا تم شرقپور شریف میں رہ کر حقے تمباکو کا نام لیتے ہو۔ تمہیں میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خوف نہیں ہے۔ تم لوگ تو بڑی قسمت والے ہو شرقپور شریف جیسی بستی میں رہتے ہو اور پھر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہمسائیگی تمہیں حاصل ہے۔

نوجوان باباجی کی ان باتوں سے بھینچ سا گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے باباجی نے فرمایا جاؤ لسی ہو تو لے آؤ۔ لسی میں نمک ڈال کے لانا۔۔۔۔نوجوان نے بابا جی کی خواہش کے مطابق یہ مشروب تیار کیا اور چھناں بھر کے دیا۔ باباجی لسی پیتے رہے اور دعائیں دیتے رہے فراغت کے بعد نوجوان نے باباجی سے عرض کیا۔ آپ عرس پر تشریف لاتے ہیں بڑی محبت اور عقیدت سے تشریف لاتے ہیں اس کے پس منظر میں اگر کوئی واقعہ ہو تو میں اسے سننا چاہتا ہوں۔

باباجی نے فرمایا نوجوان تم بڑے بھلے آدمی لگتے ہو۔ جو بزرگوں کے واقعات اس محبت سے سننا چاہتے ہو۔ میری زندگی کے واقعات بڑے گھناؤنے ہیں ۔ ماضی پر نگاہ ڈالتاہوں تو رو نگٹا رو نگٹا کانپنے لگتاہے مگر انہیں واقعات میں ایک واقعہ ایسابھی ہے جس نے میری زندگی میں ایک انقلاب پیدا کردیا ہے وہ انقلاب محض اعلی حضرت

Marfat.com

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نظر عنایت سے آیا ہے۔

بیٹا تم بھی جوان ہو۔ نیک بخت ہو ہم پر بھی جوانی آئی۔ مگر بڑی خرمستیاں لے کر آئی۔غلیظ شرارتوں سے لبریز ہو کر آئی۔ ساتوں عیبوں سے مزین ہو کر آئی۔ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ ہم عیبوں کے لیے پیدا ہوئے یا عیب صرف ہمارے لئے پیدا کیئے گئے ہیں ؟ اپنی زندگی کو جوا' شراب' زنا' چوری' قتل' اغوااور ڈکیتی کو شباب سے ہمکنار کرنیوالے ہم ہی لوگ تھے قانون ہمارے ہاتھوں میں تھا۔ ہم جیسے چاہتے ویسے ہی اس سے کام لیتے ۔

نوجوان! ہم تین آدمی تھے۔ ایک لاہور کا ڈی۔ سی ایک فوج کا کرنل اور ایک میں میں چار مربعوں کا مالک تھا۔حد نگاہ تک میری زمین ہی زمین تھی فصلیں پکتیں تو گودام غلے سے بھر جاتے اللہ تعالیٰ کی ان کرم بخشیوں کا مجھ سے شکر ادا نہ کیا جا سکا۔ رعونت آ گئی۔ ڈی سی صاحب اور کرنل صاحب سے یاری لگ گئی میں ان کا مہرہ بن گیا میرے جرائم پر پردہ ڈالنے میں وہ بڑے مفید ثابت ہوتے۔ لوگ تو کہتے ہیں چوہدریوں کے باعث جرائم کی رفتار بڑھتی ہے مگر میں کہتا ہوں سرکاری افسروں کی یاریاں جرائم میں اضافہ کرتی ہیں۔

ہمارے سارے جرائم صرف ایک جرم یعنی زنا کی خاطر تھے جو لڑکی ہمیں پسند آگئی اس کو حاصل کرنا ہمارا فرض بن جاتا اور اس کے حصول میں ہمیں جو بھی قیمت ادا کرنا پڑتی ہم اس سے گریز نہ کرتے جو ہماری راہ میں آتا زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہماری اپنی ایک دنیا تھی اور ہم اس دنیا کے حاکم و مختار تھے۔ مگر یہ زیادتی اور ظلم جن لوگوں

Marfat.com

کیساتھ ہوتا رہا ان کے خدا نے ہماری رسی بڑی ڈھیلی چھوڑے رکھی۔ ہم آگے ہی آگے بڑھتے گئے حقیقت میں ہم گرفت کے پھندے کے قریب جا رہے تھے۔ آخر وقت آگیا کرنل صاحب اور ڈی سی صاحب کی نوکری سے چھٹی ہوگئی۔ مجھ پر مقدمے بن گئے۔ جمع پونجی ہم سے روٹھ گئی۔ ناراض رہنے لگی۔ پولیس اور وکیلوں کے گھر کی جانب رخ کر لیا۔ جرمانوں کی سزائیں ہوئیں مگر سلاخوں ک پیچھے جانے سے بچ گئے۔ میری چاروں مربعے زمین رہن رکھی گئی اور مجھے ہرنیاں(فتق)ہو گئیں یہ تکلیف میری قوت برداشت سے باہر ہو گئی۔ لاہور کے حکیموں' ڈاکٹروں نے اپنے سارے نسخے آزما دیکھے مگر آرام بالکل نہ آیا آخر پچاس ہزار50000 روپے کی رقم لے کر دہلی میں علاج معالجے کی غرض سے گیا۔ رقم ختم ہو گئی مگر تکلیف کی گھڑیاں ختم نہ ہوئیں۔ سارا روپیہ برباد کرکے واپس آگیا۔

میرے دوستوں کرنل صاحب اور ڈی سی صاحب کو پتا چلا تو میری خبر گیری کو آئے مجھے سخت تکلیف تھی۔ میں کراہ رہا تھا۔دوستوں کو دیکھا تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ان سے ملا تو دھاڑیں مار مار کر رویا دہلی کے قیام کی باتیں ہوئیں۔ میں نے کہا ہم دینا والے سارے چور ہیں کوئی قوت بازو کے ذریعے لوگوں کو لوٹ رہا ہے اور کوئی عقل و فراست کی قوت سے لوٹ رہا ہے۔ ہم نے دوسرے لوگوں کو لوٹا پولیس وکیل اور ڈاکٹر حکیم ہمیں لوٹ رہے ہیں پچاس ہزار کی رقم ان ڈاکٹروں نے میری تجوری کی چابیاں مانگے بغیر مجھ سے لوٹ لی جب پیسے ختم ہوگئےتو گھر بھیج دیا کہ جاؤ اور پیسے لاؤ اب بھلا میں پیسے کہاں سے لاؤں۔

Marfat.com

ایک لمحہ کے لئے خاموشی ہوگئی۔ تینوں دوست گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ اچانک ڈی سی صاحب نے اس سکوت کو توڑا وہ کہنے لگے سنا ہے شرق پور شریف میں ایک ولی اللہ اعلی حضرت میں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی نگاہ اور زبان میں شفا ہے۔ چلو ان کے ہاں چلتے ہیں۔ ویسے بھی آج جمعہ ہے ملاقات کا زیادہ امکان ہے جمعہ شریف بھی ان کی اقتداء میں پڑھیں گے اور عرض حال بھی بیان کریں گے۔ کرنل صاحب نے کہا بھائیو! آپ کو علم ہے کہ میں کریلے اور قیمہ بڑے شوق سے کھاتا ہون ہم نے آج یہ ڈش بڑے اہتمام سے گھر میں تیار کی ہے۔ چلو میرے گھر میں پہلے کھانا کھائیں ازاں بعد شرقپور شریف جائیں گے۔

اگر کھانا کھانے بیٹھ گئے تو دیر ہوجائے گی جمعہ بھی نہ پڑھ سکیں گے۔ باباجی نے بتایا۔ چنانچہ ہم تینوں دوست شرقپور شریف میں اعلی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بمشکل پانچ منٹ گذرے ہوں گے کہ کھانا آگیا فرمایا یہ کھانا کرنل صاحب کے لیے ہے اور آپ تھوڑی دیر تک انتظار کریں کرنل صاحب نے کھانا دیکھا تو کریلے اور قیمہ پکا ہوا تھا وہ حیران رہ گئے میاں صاحب نے فرمایا یہ آپ کا دپسند کھانا ہے نا شوق سے کھائیں تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لیے دال اور کدو کے ساتھ کھانا آیا۔ ہم نے بڑے شوق سے کھایا اتنے میں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا مسجد میں جائیں جمعہ کے بعد آپ سے باتیں ہوں گی۔ جمعہ پڑھنے کے بعد پھر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے شرف دیدار حاصل ہوا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔

Marfat.com

محمد ابراہیم۔ میں نے عرض کیا۔

آپ نے بڑے حیران ہو کر فرمایا دو پیغمبروں سے آپ کی نسبت ہے۔ مگر آپ نے کسی پیغمبر کی نسبت کا خیال نہ رکھا۔ رہی آپ کی ہرنیاں(فتق) کی تکلیف تو وہ کام ہی کیوں کرتے ہو جس سے ہرنیاں ہو جائیں۔ غالباً" آپ کا اشارہ اس طرف تھا کہ زنا سے ہرنیاں ہو جاتی ہیں۔

مزید فرمایا گاہے گاہے ہماری دال چپاتی کھانے کو آجایا کرو۔ اللہ خیر کرے گا اور ہاں سنو تین شادیاں اور کر لینا زنا سے بچے رہو گے۔

اجازت ملنے پر ہم واپس چلے آئے۔ چند ہی دنوں کے بعد مجھے ہرنیاں سے نجات مل گئی۔ میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ سارے برے کاموں سے ہاتھ کھینچ لیا نماز روزے سے لگاؤ ہو گیا۔ میری تو زندگی ہی بدل گئی۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق تین اور شادیاں بھی کیں ان تینوں بیویوں سے دودو بچیاں پیدا ہوئیں میری پہلی بیوی سے دو بچیاں اور تین لڑکے تھے۔

چونکہ میری ساری زمین گروی رکھی ہوئی تھی کثرت اولاد سے میں کچھ پریشان رہتا تھا ایک دن حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمین کے واگذار کروانے کے لیے عرض کیا فرمایا گھبرائیے نہیں اللہ تعالیٰ کوئی بہتر سبیل پیدا کر دے گا۔ پھر ایک دن کیا ہوا میں مال روڈ کے پررونق کنارے کنارے جا رہا تھا کہ سڑک کے عین بیچ میں ایک پرس پڑا ہوا دیکھا یہ پرس کس کا تھا؟ اس میں کیا تھا؟ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا میرے منہ میں پانی بھر آیا مگر اسے اٹھانے میں ڈرتا تھا۔ کہ کہیں دھر نہ لیا

Marfat.com

جاؤں۔ میں ایک طرف ہو کے کھڑا ہو گیا اور پرس کو دیکھتا رہا۔ بڑے لوگ آتے رہے اور گذرتے رہے بلکہ میں نے محسوس کیا کہ پرس پر کئی لوگوں کے قدم بھی آئے ۔ مگر پرس کو کسی نے نہ اٹھایا گویا پرس کسی کو دکھائی ہی نہ دے رہا تھا اور صرف مجھے نظر آرہا تھا پورا ایک گھنٹہ گزر گیا کسی نے پرس نہ اٹھایا اب میں پرس اٹھانا چاہتا تھا مگر ہمت نہ ہوتی تھی میں اپنی بے ہمتی پر حیران تھا کہ پرس اٹھانے کی جرات مجھے کیوں نہیں ہو رہی ہے۔میں تو ایسے پرس لوگوں کے ہاتھوں سے چھین لیا کرتا تھا آج مجھے کیا ہو گیا ہے آخر میں نے دل مضبوط کیا رواں قدموں کے ساتھ آگے بڑھا اور یوں پرس اٹھالیا جیسے وہ میرا ہی ہو۔ میں جلدی سے سڑک کے کنارے پر آگیا زپ کھول کر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی تو اندر نوٹ ہی نوٹ تھے دل دھک دھک کرنے لگا ایک خوف سا طاری ہونے لگا دل نے چاہا اس پرس کو پھینک دوں مگر کیوں پھینکوں ؟ مجھے تو خود کو روپوں کی ضرورت ہے میں کثیرالعیال ہوں میری آمدنی سے اخراجات زیادہ ہیں یہ تو میرا خدا میری مدد کر رہا ہے میں اسے نہیں پھینکوں گا معا" خیال آیا اس قدر رقم کا مالک چین سے کب بیٹھے گا وہ تو بیچارہ مرہی جائے گا۔ یقیناً" تھوڑی دیر کی بعد وہ روتا پیٹتا یہیں آئے گا۔ اگر اسے یہ رقم نہ ملی تو بیچارہ پاگل ہو جائے گا میں جبکہ اس رقم کا مالک نہیں ہوں تو اسے کیوں پاگل ہونے دوں اسے کیوں مرنے دوں۔ میں وہیں ٹہلنے لگا پرس کو چھپایا نہیں تاکہ ہر دیکھنے والے کو پرس دکھائی دیتا رہے ایک گھنٹہ دو گھنٹے تین گھنٹے گذر گئے شام ہونے کو آگئی ان روپوں کا مالک واپس نہ آیا آخر میں یہ پرس لے کر واپس گھر آ گیا۔

Marfat.com

اپنے کمرے میں جاکر ان نوٹوں کو گنا تو پوری ایک لاکھ روپے کی رقم تھی میں نے اسے صندوق میں بند کر دیا اور تالہ لگا دیا رات کو کھانا بھی نہ کھایا سو گیا۔ مگر نیند نہیں آتی تھی بس کروٹیں بدل بدل کر رات گزاری صبح ہوئی نماز پڑھی اور تیار ہو کر شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا تھا کہ ان روپوں کا ذکر کروں تنہائی چاہتا تھا مگر تنہائی نہ مل سکی لوگ آتے رہے اور رونق ہوتی رہی میری ہمت جواب دے گئی مری جرات مفلوج ہو گئی نہ پوچھ سکا کہ اثنائے گفتگو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بعض اوقات کافر کا گرا ہوا مال ضرورتمند پر حلال ہو جاتا ہے ہاں ہاں اسے اپنے مصرف میں لے آنا چاہئے کوئی مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے بندوں کی یوں مدد فرمادیتا ہے۔

میں روپوں کا ذکر کئے بغیر اجازت ملنے پر واپس آگیا ساہوکار کو یہ رقم دی اور اپنا ایک مربع زمین واگزار کروالی قبضہ لے لیا اور کاشت کرنے لگا فصل گھر میں آنے لگی گھر کی حالت سدھرنے لگی حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے باقی تین مربع تین لاکھ میں سکھوں کے پاس رہن تھی تین لاکھ نہ جمع ہوئے نہ زمین واپس لی۔

ایک دن حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا ابراہیم تم اپنی زمین بیچ نہ دینا اور نہ ہی انتقال سکھوں کے نام کروانا اللہ کوئی بہتر سبب فرمادے گا۔

زمین سکھوں کے پاس رہی اور میرے اخراجات ایک مربع کی کاشت کاری سے پورے ہوتے رہے آخر ایک دن ایسا آیا کہ ہم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سایہ

Marfat.com

سے محروم ہو گئے حضور کا وصال ہو گیا شرقپور شریف کے درودیوار رونے لگے کوئی کسی کو چپ کروانے والا نہ تھا ایک دنیا دھاڑیں مارتی ہوئی شرقپور شریف کی طرف بڑھ رہی تھی آخر کیا ہوا حضور کا جسد خاکی ہم نے اپنے ہی ہاتھوں سے زمین کے حوالے کر دیا آپ کی محبتیں اور شفقتیں ساری زمین کے نیچے دفن کر دیں۔

میرے حالات میں نشیب و فراز آتے رہے بچوں اور بچیوں کی شادیوں کے باعث کئی بار زیر بار ہوا زمین بیچنے تک نوبت آجاتی مگر حضور کا ارشاد یاد آجاتا کہ زمین کو بیچنا نہیں۔

آخر 1947ء کے ہنگامے شروع ہو گئے پاکستان بن گیا ہندو اور سکھ ہندوستان میں جانے لگے میرے پاس اس وقت 30 ہزار کی رقم تھی میں یہ رقم لے کر سکھوں کے پاس گیا عرض کیا سردار جی آپ تو جا رہے ہیں زمین تم یہیں چھوڑ جاؤ گے بہتر ہے میں آپ کو دس ہزار روپے فی مربع کی حساب سے رقم دیدوں اور آپ میری زمین کے کاغذات واپس کر دیں۔

سردار جی نے کہا واہ بھئی واہ تین لاکھ کے بدلے میں صرف تیس ہزار لے لوں۔۔۔اچھا یوں کرو بیس ہزار کے حساب سے رقم دے دو کل ساٹھ ہزار روپے بنتے ہیں میں نے کہا نہیں سردار جی میرے پاس تو بس یہی تیس ہزار ہیں میں نے رقم ان کے آگے ڈھیر کر دی۔

میں خوشی خوشی گھر واپس آگیا میں اپنے چاروں مربع زمین کا مالک دوبارہ بن گیا تھا قلعہ گوجر سنگھ کا رئیس بن چکا تھا اس دن حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کا

Marfat.com

مطلب مجھ پر واضح ہوگیا جو آپ نے تیس اکتیس سال قبل فرمایا تھا کہ زمین کو نہ بیچنا نہ انتقال کر کے دینا۔

آستانہ شرقپور شریف پر آکر میری کایا پلٹی میری زندگی میں انقلاب آیا میں برا تھا نیک بن گیا بدحال تھا خوشحال بن گیا بیمار تھا صحت یاب ہوگیا زمین کا مالک نہ تھا مالک دوبارہ بن گیا۔

جوبات ظہر کی نماز کے بعد شروع ہوئی تھی وہ عصر کی نماز کے وقت کی حدوں میں داخل ہوگئی اور بابادربار اقدس کی جانب چل دیا۔

حسب روایت حاجی غلام یسسین (حیات ہے) بولا شرقپور شریف

ماہ نامہ نور اسلام ' جون 1993ء

Marfat.com

تکمیل آرزو

☆ ولی کامل کی نگاہوں کے سامنے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔

☆ مرد حق کا فکر رب العزت کی باگاہ کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔

☆ اللہ تعالی اپنی خبروں کے ذریعے نادیدہ واقعات کی اطلاع اپنے بندوں کو دے دیتا ہے۔

☆ اللہ کے بندے بغیر اللہ کے اذن کے خاموش رہتے ہیں۔

غالبا" یہ 1956 کی بات ہے کہ میری والدہ کو اچانک دل کا دورہ پڑا۔ ہم سب پریشان ہو گئے۔ حاجی فضل الہی مونگہ صاحب اور میرے والد محترم کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ انہوں نے والد صاحب کوایک رقعہ دیا کہ وہ مریضہ کو ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کے پاس لے جائیں۔وہ دل کے امراض کے مخصوص ڈاکٹر ہیں۔ چنانچہ والدہ صاحبہ کو لاہور لے جانے میں مجھے بھی والد صاحب کے ساتھ جانا پڑا۔ مرقومہ پتہ کے مطابق ہم ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ برآمدہ میں مریضوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ ہم سب سے آخر میں کھڑے ہو گئے۔اور حاجی صاحب والا رقعہ ڈاکٹر صاحب تک پہنچا دیا گیا۔

ہمارا خیال تھاکہ کوئی دو گھنٹے کے بعد ہماری باری آئے گی۔ مگر ہمارا یہ خیال غلط

Marfat.com

ثابت ہوا۔ جونہی رقعہ ڈاکٹر صاحب کو ملا وہ فورا" ننگے پاؤں باہر آگئے۔ سارے مریضوں کو روک کر ہمیں اندر لے گئے۔والدہ صاحبہ کا چیک اپ بذریعہ آلات کیا۔ کچھ دوائیاں لکھ کر دیں۔ والد صاحب نے فیس کا پوچھا تو کہنے لگے کہ شرمندہ نہ کریں۔ میں تو شرقپور شریف کے کتوں کا بھی نوکر ہوں۔ بس حضرت (حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری) کے روضہ اقدس پر میرا سلام عرض کر دینا۔

ہم واپس آگئے۔ میری عمر اس وقت کچھ زیادہ نہ تھی۔ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے اس تعلق خاص اور عقیدت کو نہ سمجھ سکا۔ اور حیران تھا۔ کہ اتنا بڑا ڈاکٹر جو میو ہسپتال کا انچارج رہ چکا ہو۔ وقت کے بڑے بڑے امراء اس کے زیر علاج رہے ہوں اور اب بھی پورے پاکستان والے اس کے نام اور کام سے واقف ہوں۔ اس قدر عظیم شخص اور شرقپور شریف کی خاک کے ذروں کا اتنا احترام۔ یقیناً" شرقپوری سرکار (حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ) کا فیض یافتہ ہوگا۔ جستجو رہی کہ ڈاکٹر صاحب کے اس تعلق خاص اور حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عطا کے بارے میں کچھ پتہ چل سکے۔

جب میں قلم پکڑنے اور سنبھالنے کے لائق ہوا اس وقت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کو جاننے والے اکثر باری باری سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے۔

جناب حاجی فضل الٰہی صاحب مونگہ مرحوم کی روایت۔ نور اسلام شیر ربانی نمبر جون۔جولائی 1969ء کی تحریریں اور اب حضرت صاجزادہ میاں جلیل احمد صاحب کی روایت کی روشنی میں اس مضمون کو ترتیب دے رہا ہوں۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد یوسف صاحب مرحوم 1915ء میں کیمبل پور میں تعینات تھے۔ جوہر قابل تھے عوام اور خواص میں پہچانے جانے لگے۔ ڈاکٹر ہونے کے باوجود روحانیت کے قائل تھے۔ اللہ والوں کی باتیں شوق سے سنتے اور محبت سے سنایا کرتے تھے۔ اور فرصت کے لمحات میں قریب کے مزاروں پر حاضری بھی دیا کرتے تھے اور روحانی فیض پاتے تھے۔

گلشن شرقپور شریف میں بہار آئی تو اس کے گل نوبہار کی لپٹیں دور دور تک جانے لگیں۔ مشام جان نکہت تازہ سے محظوظ ہونے لگی۔ ڈاکٹر محمد یوسف بھی اس نکہت چمن سے لطف اندوز ہوئے تو راحت جان نے قربت اور وصل کا تقاضا کیا۔ بے قراریوں نے جنم لیا۔ اضطراب نے کباب سیخ بنا دیا۔ نیدیں بے خوابی کی سیج پر بے آرام ہونے لگیں۔

لوگوں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ آپ کچھ کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں۔ آپ کی آنکھوں کے ڈورے بھی قدرے سرخ ہیں اور ناسازی طبع کا اظہار جسم کے انگ انگ سے ہوتا ہے" ڈاکٹر صاحب ہر پوچھنے والے سے یہی کہتے کہ پتہ نہیں بس ایک نادیدہ شوق نے بے قرار کر رکھا ہے۔ جس کو دیکھا نہیں ہے وہ مختلف روپ میں آنکھوں میں بساجارہا ہے۔ چاہتاہوں کہ پر لگ جائیں اور شرقپور شریف میں چلا جاؤں۔ مگر ہائے یہ سرکاری نوکری کتنی ظالمانہ ذمہ داری کے ساتھ شوق وصل میں حائل ہے۔

آخر ایک دن ڈاکٹر صاحب نے شرقپور شریف میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ قبلہ کی خدمت میں کچھ اس مضمون کا خط لکھا۔

حضرت صاحب! بہت دور ہوں۔ کرم فرمائیں اور اپنی قربت میں لاہور میں بلوا لیں۔ دید اور شنید کے فاصلے مٹ جائیں گے اور وصل وجہ سکون بنے گا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

(یعنی) کہتے ہیں کہ پتھر بھی مقام صبر میں (صبر کر کے) ہیرا بن جاتا ہے۔ ہاں ایسا ممکن ہے کہ خون جگر سے بھی ہیرا بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام سنا تھا۔ کوئی جان پہچان نہ تھی۔ بے قرار دل نے خط لکھوا دیا تھا۔ جواب کی امید نہ تھی۔ مگر جب جواب آیا تو ماہی بے آب کی بیتابی نے سکون پکڑا۔ چوما اور بار بار چوما۔ آنکھوں سے لگایا اور حرز جان بنانے کو جی چاہا۔ مگر خط میں اظہار شوق کی ممانعت اور صبر و شکیب کی ہدایت تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے روئیں روئیں کو ہدایت کی کہ اضطراب کے خیر مقدم میں کہیں رونگٹے نہ بن جانا۔ آنکھیں اپنا غبار چشم دھونے کو بھی دل سے پانی نہ مانگیں اور جان و دل کسی بھی بے تابی کا اظہار نہ کریں۔ محبت اور عقیدت کے اس بندے کے ایک ایک عضو نے سر تسلیم خم کر دیا اور یوں سات سال کا عرصہ گزر گیا۔

Marfat.com

میاں صاحب برابر اس محبت کے پیکر کی کیفیات کا مطالعہ فرماتے رہے۔ جب صبر و شکیب میں پختہ پایا تو بلوا لیا۔ اپنے قرب میں لاہور کے میو ہسپتال میں ہاؤس فزیشن کی آسامی پر۔ لاہور شرقپور شریف سے صرف بیس میل کے فاصلے پر اب نظارہ دید میں کوئی دقت نہیں۔ سوزدل کو چھینٹا دینے میں آسانی ہے اور مطالعہ دل کی تدریس میں سہولت۔

انہی دنوں اس ہسپتال میں 6 نئی آسامیاں کلینیکل اسسٹنٹ کی منظور ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب کی خواہش نے ایک اور انگڑائی لی کہ اگر ان میں سے ایک پر ان کی تعیناتی ہو جائے تو ان کی ملازمت بام عروج کو چھو سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور پھر دوزانو ہو کر سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کئی اور لوگ بھی سرنگوں ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے اختصار کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی باری آئی تو سکوت نے لفظوں کا دامن پکڑ لیا۔ ادب مانع ہوا۔ زبان کے فرش پر ایک لفظ بھی محو رقص نہ ہو سکا۔ حضرت صاحب نے خود ہی پوچھا۔ "ڈاکٹر جی !اب تو خوش ہونا! لاہور میں آپ کی خواہش پوری ہو گئی"

"جی الحمد للہ بہت خوش ہوں۔ مگر دل ایک اور لالچ کے جال میں پھنس گیا ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

حضرت صاحب نے تبسم فرمایا "وہ کیسے ؟ اب کس لالچ میں گرفتار ہو"۔

Marfat.com

"میو ہسپتال میں چھ نئی آسامیاں کلینیکل اسسٹنٹ کی منظور ہوئی ہیں۔ ایک پر میں اپنا تقرر چاہتا ہوں"۔

"ہاں! میں بھی چاہتا ہو کہ آپ کی تعیناتی اس آسامی پر ہو جائے۔ لیکن اللہ کی مرضی..... "لفظ" لیکن "اللہ کی مرضی کو "نہی" تک لے گیا۔

ڈاکٹر صاحب گھبرا سے گئے۔ وہ بڑے پر امید تھے کہ حضرت صاحب امید افزا جواب دیں گے۔ کیونکہ ظاہری حالات پر ڈاکٹر صاحب کی گرفت تھی۔ مگر حضرت صاحب کے اس جواب سے یہ گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ دبی زبان سے عرض کیا۔" حضور! اللہ کی مرضی معلوم نہیں ہوتی' سے کیا مراد ہے ؟"۔ آپ نے فرمایا۔ "اچھا آہستہ آہستہ ہو جائے گا"۔

گورنمنٹ نے بذریعہ اخبار اشتہار دے کر ان آسامیوں کی تشہیر کی اور درخواستیں مانگیں۔ ابھی درخواستوں کی آخری تاریخ باقی تھی کہ گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ بجٹ میں پیسے نہیں ہیں۔ اس لیے ان آسامیوں کو فی الحال پر نہ کیا جائے۔ اس طرح دو سال تک ان کی باری میں کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکا۔ لہٰذا 1924ء میں چھ کی بجائے صرف تین آسامیوں کی منظوری ہوئی اور درخواستیں طلب کی گئیں۔

تعلیمی استعداد کی شرط تو ڈاکٹر صاحب پوری کرتے تھے مگر کچھ ڈاکٹر اس شرط کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر محمد یوسف سے سینئر بھی تھے۔ اس لیے ڈاکٹر یوسف کے لیے ان تینوں آسامیوں میں سے ایک پر بھی تعینات ہونا امر محال تھا۔

Marfat.com

درخواستیں اس قدر زیادہ تھیں کہ اکثر سینئر ڈاکٹروں کی راہ میں بعض کی تعلیمی استعداد غالب آسکتی تھی۔ ایسے درخواست دینے والے ڈاکٹروں نے کوشش کی کہ وہ ولایت جا کر مزید کوئی ڈگری حاصل کریں تاکہ کامیابی کے امکانات زیادہ واضح ہو سکیں۔ ڈاکٹر یوسف بھی ولایت جانے والوں میں سے ایک تھے۔ مگر ولایت جانے سے قبل انہوں نے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت نہ لی۔ وہ اپنی کم فہمی کی بنا پر یہ خیال کر بیٹھے کہ اگر حضور نے ان کا ولایت میں جانا ناپسند فرمایا تو پھر جانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے قدم بوسی کے بغیر ہی ڈاکٹر صاحب اکتوبر 1924ء میں ولایت چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کو داخلہ مل گیا اور پڑھائی شروع ہوگئی۔ ڈیڑھ مہینہ گزرنے کے بعد حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ڈاکٹر صاحب نے خط لکھا۔ جس میں ولایت تک جانے 'داخلہ' پڑھائی اور لندن کے معاشرتی حالات قلم بند کیے۔

یہ خط جونہی حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو شرقپور شریف میں ملا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھا۔ خوش ہوئے اور اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا۔ جس کا عکس اگلے صفحے پر ہے۔

Marfat.com

الدعا

[illegible]

الله کریم تبارک و تعالیٰ آپ کی وجہ کو بیشمار

نعمتیں دے با مگر اور ہر کی ہمیں علم بندہ کو بھی خیال

خوب رکھنا لازم = خیال ہیں سکر ہے اپنی

تمام مسلمانی طرف بیٹر کریں اور حال الله کریم

پیا۔ مانگنی و یا الله کریم عیب خلاف شریعت

بچاؤ اور ... = کر رکھنا ... بر توف

باتیں بنانی نہیں چاہئیں = الله نگہبان ہو

انشاء الله تعالیٰ پھر ... نقد و ثنا

از فقیر محمد ... [illegible]

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب اس خط کو صحیفہ کا نام دیتے ہیں۔ اس خط کو انہوں نے مرتے دم تک حرز جان بنائے رکھا۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو آپ نے اپنے بچوں سے کہا کہ وہ اس خط کو ان کے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے اندازے کے مطابق جب ان کا خط شرقپور شریف میں پہنچا۔ اسی دن سے ان کی بے چینی اور بے قراری میں اضافہ ہونے لگا۔ کتابیں چھوٹ گئیں۔ پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ بس یہی دل چاہتا کہ لندن کو چھوڑ کر واپس چلا جاؤں۔ اور حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر سر رکھ کر گڑگڑاؤں۔ آخر ایک دن یہ حالت ہوئی کہ پیدل چل نکلے اور چالیس میل تک چلتے گئے۔ بوٹوں میں سوراخ ہو گئے۔ دسمبر کی سردی ہلکی ہلکی بارش مسلسل ہوتی رہی۔ مگر کوئی رکاوٹ بھی سدراہ نہ بنی۔ نامعلوم منزل کی جانب چلتے گئے۔ دوستوں کو ان کی فکر دامن گیر ہوئی۔ کئی دنوں کے بعد ڈھونڈ کر لائے ۔ کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ خط انہیں ملا۔ اسے پڑھا اور مزید بے قرار ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب امتحان کا داخلہ جمع کروا چکے تھے۔ صرف نو دن کے بعد امتحان شروع ہونے والا تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ امتحان نہیں دیا۔ صرف سمسٹروں کے امتحان دیئے تھے۔ واپس آنے کا ارادہ کیا اور جہاز میں بیٹھ کر لاہور میں آگئے۔ ایک دن گھر میں ٹھہرنے کے بعد شرقپور شریف میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب سے حیران ہو کر پوچھا۔"

Marfat.com

ارے آپ !اتنی جلدی کیسے اور کیوں واپس آ گئے ؟"

"حضور !تعمیل ارشاد کی خاطر"۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کا آنا پسند نہیں فرمایا۔ ویسے بھی آپ کی طبیعت اس دن کچھ علیل تھی۔ جمعتہ المبارک کا دن تھا۔ اس وجہ سے بھی کچھ مصروفیت تھی۔ فرمایا۔"اچھا!کل آپ سے ملیں گے"۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ رات بھر یہ فکر کرتے رہے کہ بیچارے کا خواہ مخواہ مالی نقصان ہوا ہے۔ یہ فکر ایک ولی کا فکر تھا۔ یہ فکر رب رحیم کی بارگاہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ ولی کی یہ دستک مقبول بارگاہ ہوئی۔

دوسری صبح حضور رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کو طلب فرمایا اور پوچھا" اب تمہارا کیا ہو گا ؟"اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر کچھ فکر مندی کے اثرات تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"حضور!میرا بگڑا ہی کیا ہے۔ کچھ روپیہ اپنے پاس تھا وہ خرچ ہو گیا۔ اور بس ۔ اپنی ملازمت پر واپس آگیا ہوں۔ اور وہ کیا ہے جو میرے امتحان کے پاس کرنے پر ملے مگر آپ کی دعا سے نہ ملے"۔

اس نیازمندانہ عرض میں کوئی تصنع نہ تھا۔ بات دل کی گہرائی سے نکلی تھی۔ حضور خوش ہو گئے۔ فرمانے لگے۔"چاہتے کیا ہو ؟"

ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا۔"لاہور میں ہی میرا کام بن جائے"۔

حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے عالی مقام کا اخفاء فرماتے تھے۔

Marfat.com

لیکن اس دفعہ آپ کو نہایت جمال اور جلال کی حالت میں دیکھا گیا۔ فوراً" فرمانے لگے:

"میں نے سمجھا تھا کوئی بڑا کام خراب ہو گیا ہے۔ تم نے مجھے تسلی دی ہے۔ اچھا! لاہور میں یہی کام بن جائے گا۔ اور وہ لندن والا کام بھی یہیں بن جائے گا۔ فی الحال واجبی سہی آہستہ آہستہ اچھا بن جائے گا۔ بس کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ پر میاں یوسف تیرے نال ہوئی ڈاہڈی ستھری اے!"

اس پر ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا۔ "حضور میں اسی قابل تھا"۔

آپ نے فرمایا" یہ نہ کہو۔۔۔۔اچھا یہ بتاؤ وہاں تیری نمازوں کا کیا حال تھا۔ اور کھانے میں حرام و حلال کا کیا حال تھا؟"

ڈاکٹر صاحب نے شرم کے مارے سر کو جھکا لیا۔

مزید فرمانے لگے "اگر انگریزوں نے تار خبریں لگا رکھی ہیں تو اللہ نے بھی تار خبریں لگا رکھی ہیں۔ میں نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ واپس آجاؤ۔ وہیں آپ نماز بھی پڑھتے' درود شریف پڑھتے اور خوب اللہ اللہ کرتے"۔

شرقپور شریف سے اجازت لے کر ڈاکٹر صاحب لاہور گئے تو انہیں ہسپتال میں پہلی آسامی سے بہتر آسامی مل گئی۔اس کے بعد وہ آسامی بھی مل گئی جو انہیں لندن کا امتحان پاس کرنے پر ملنی تھی۔اس آسامی کے لئے تین سو امیدوار تھے۔ پورے ہندوستان سے اور دیگر ممالک سے بھی درخواستیں آئی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر صاحب کی تعیناتی کے بعد ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا گیا کہ

Marfat.com

انہیں غیر قانونی طور پر تعینات کیا گیا ہے۔ اس وقت وزیر صحت سرلالہ چھوٹو رام تھے۔انسپکٹر جنرل ماکھلے مرہٹہ تھے اور انتخاب کرنے والے پروفیسر تو ویسے ہی ان کے خلاف تھے۔

عدالت میں پیشیاں ہوتی رہیں۔ مگر جس دن ڈاکٹر صاحب کو اپنے استحقاق کے ثبوت میں کاغذات پیش کرنے تھے۔ اس سے ایک دن پیشتر لندن سے ڈگری بذریعہ رجسٹری انہیں مل گئی۔جس نے ڈاکٹر صاحب کے موقف کو بڑا مضبوط کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے لندن میں امتحان نہیں دیا۔یہ ڈگری حاصل کرنے کا انہیں حق نہیں تھا۔ مگر یہ میاں صاحب کی کرامت تھی کہ ان کے سمسٹروں کے اچھے نتائج کی روشنی میں انہیں پورے امتحان میں کامیاب کر دیا گیا اور یہ ڈگری بھیجی۔اس خوشی کا خط حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا گیا۔ جواب میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس پر قناعت نہ کرو۔ ابھی تو آپ نے اس سے بڑے اعزاز کو حاصل کرنا ہے"۔

ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ اس سے بھی بڑا اعزاز کون سا ہے۔ آخر ایک دن آیا جبکہ ڈاکٹر صاحب سارے میو ہسپتال کے انچارج بنا دیئے گئے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Marfat.com

ایک دن حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے مکان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیامکان تمہارا اپنا ہے۔ یا کرائے کے مکان میں رہتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا"اپنا مکان نہیں ہے"۔

آپ نے فرمایا"کوئی فکر نہ کریں۔ اللہ تعالی مکان بھی دے گا"۔

چنانچہ 1939ء میں ڈاکٹر صاحب نے اپناذاتی مکان بڑاشان دار بنایا اور اس پر لکھوایا:

فنافی الحق میاں شیر محمد
بہ عاصی لطف مے فرمود بے حد
ہم این کاشانہ آیہ یمن دعائش
شدہ تعمیر و تاریخ بنائش
بلے دل پذیرے دل نشین است
زہے فردوس بر روئے زمین است
1939ء 1358ھ

یعنی میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ جو فنافی الحق تھے مجھ گناہ گار پر بے حد مہربانی فرماتے تھے۔ یہ جھونپڑا بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا برکت سے تعمیر ہوا ہے۔ اور اسکی تاریخ بڑی دل پذیر اور دل نشیں ہے جو یہ ہے"زہے فردوس برروئے زمین است اس مادہ تاریخ سے 1358 ھ برآمد ہوتا ہے"یعنی زمین پر کتنی پیاری جنت ہے۔

Marfat.com

حوالہ کے لیے نور اسلام شیر ربانی نمبر جون۔جولائی 1969ء

راویان :(1)حاجی فضل الٰہی مونگہ صاحب (مرحوم)(2)صاجزادہ حضرت میاں جلیل احمد صاحب ابن حضرت صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی

ماہنامہ نور اسلام اکتوبر 1992ء

Marfat.com

دوربین

☆ اہل ایمان بزرگان دین سے تعلق قائم رکھتے ہیں۔

☆ ولی اللہ کی نگاہیں ہزارروں میل کی مسافت تک دیکھ لیتی ہیں۔

☆ مرد کامل وہی بات کرتا ہی جس کا ہونا یقینی ہو۔

☆ عورت کے حسن سے سرشار ہو کر مسلمان ہونے والے انگریز کے ایمان میں پختگی ایک ولی اللہ کی بارگاہ میں ہوئی۔

انگریزی دور میں لاہور میں کامیابی اور شہرت کے ساتھ جو ہوٹل چل رہے تھے ان میں ایک ہوٹل نیڈو ہوٹل بھی تھا۔ جو لاہور اور ہندوستان میں ہی نہیں پورے عالم میں متعارف تھا۔ دنیا کے کسی خطے سے اگر کوئی شخص لاہور میں آتا تو کمرے کی ریزرویشن اسی ہوٹل میں کروانے کی کوشش کرتا۔ لاہور والے اس ہوٹل کو نیڈو صاحب ہوٹل کہتے تھے۔ اس ہوٹل کے انگریز مالک کا نام "ہینری نیڈو" تھا۔ اس ہوٹل کا علاوہ اس کا ایک اور ہوٹل اسی نام سے سری لنکا میں بھی تھا۔

ہینری نیڈو چونکہ ایک امیر کبیر آدمی تھا وہ آرام دہ زندگی گزارنا چاہتا تھا' زندگی کی آسائشیں اس کے لیے مہنگی بالکل نہ تھیں۔ وہ سردیوں میں لاہور میں قیام پذیر رہتا اور گرمیوں کا موسم کشمیر میں گزار آتا۔۔۔ کشمیر اپنے جنت نظیر نظاروں کے باعث اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف گرمیاں یہاں آکر گزارتے

Marfat.com

بلکہ بارشوں میں نہاتے اور ہوامیں جھومتے درختوں کے نظارے بھی کرتے۔۔پہاڑوں کی برف پوش چوٹیوں' ابلتے چشموں اور آبشاروں کے نظاروں سے لطف اٹھاتے' یہاں جس طرح قدرت کے حسین نظارے بے نقاب ہو کر دیکھنے والوں کا استقبال کرتے اسی طرح مردوں اور عورتوں کے چہرے بھی کھلے ہوئے ہوتے۔

ایک دن ہینری نیڈو منہ میں سگار دبائے قدرت کی ان بو قلمونیوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کہ اسے سامنے سے کشمیری حسن سے رچا بسا ایک متحرک پیکر دکھائی دیا۔ جسے حسن کی دیوی کہنا بجا تھا۔ یہ چودہ پندرہ سال کی دوشیزہ تھی۔ جو گوجر برادری سے تعلق رکھتی تھی۔ چہرے کی ملاحت نیڈو کی نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ اس کے قد کی جسامت اور طوالت مین بڑی موزونیت تھی۔ ہینری کو اس کی مستانہ چال پسند آگئی۔اور اس کے لمبے بال اس کی گرفت کے لیے جال بنانے کے لیے کافی تھے۔ اور وہ جان و دل سے اس پر فدا ہوگیا۔

اتفاق سے یہ دوشیزہ اکیلی چلی آرہی تھی۔ آسمان پر کالے بادل بارش کے موتیوں کو بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کا دامن ان کے ہاتھوں سے چھوٹا جارہاتھا۔ سیر کرنے والے سارے لوگ تیز قدموں کے ساتھ کسی سایہ میں پناہ لینے کی فکر میں تھے۔

ہنری نیڈو جلدی سے آگے بڑھا اس دوشیزہ کا رستہ روک لیا۔ اور کہا

اگر آپ پسند فرمائیں۔ تو وہ میری گاڑی کھڑی ہے آپ کو اس میں آپ کے گھر تک لیجایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

گویا لفٹ کی پیش کش کی۔ مگر اس دوشیزہ نے بڑے پر وقار طریقے سے انکار کر دیا۔ کہا۔ میرا گھر کوئی زیادہ دور نہیں ہے۔ بارش شروع بھی ہو جائے تو بھی زیادہ بھیگے بغیر گھر پہنچ سکتی ہوں۔

ٹھیک ہے۔ آپ اپنی مرضی کی مالک ہیں۔

پھر یکدم تیز بارش شروع ہو گئی۔ بارش اس قدر بوچھاڑ کی تھی کہ دوشیزہ کو مجبوراً" ہینری نیڈو کی گاڑی میں گھسنا پڑا۔

ہیری نیڈو چونکہ اس دوشیزہ کو پہلی ہی نظر میں دل دے بیٹھا تھا۔ لہٰذا وہ اس پہلی ملاقات میں زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ہمراہ گزارنا چاہتا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر گاڑی کو خراب کر دیا کہ سٹارٹ نہ ہو سکے۔ اب ہینری بار بار گاڑی کو چلانے کی کوشش کرتا مگر وہ گھوں گھوں کرتی رہی سٹارٹ نہیں ہو سکی۔ آخر تھک ہار کے کہنے لگا۔

بارش رکتی ہے تو کسی مکینک کو گاڑی دکھانا پڑے گی۔

اس نے یہ موقع جان بوجھ کر پیدا کیا تھا۔ وہ اس موقعہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے گاڑی کے شیشے چڑھا دیئے۔ اور بے بسی کی حالت میں دبک کے بیٹھ گیا۔ پھر اچانک کہا۔

کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کے ابو کیا کام کرتے ہیں۔؟

ہم دودھ بیچنے کا کام کرتے ہیں۔ لوگ ہمیں گوجر کہتے ہیں۔ دوشیزہ نے مسکرا کر جواب دیا گویا آپ لوگوں کو دودھ پلا پلا کر خوب موٹا تازہ کر رہے ہیں۔ ہینری بولا

Marfat.com

(دوشیزہ کا چہرہ متبسم ہو گیا)۔

مزید کہا۔ میرا خیال ہے کہ گھروں میں دودھ دینے کے لیے آپ ہی جاتی ہوں گی۔ نہیں ۔ میں پڑھنے کے لیے کالج میں جاتی ہوں۔ دوشیزہ نے بتایا۔

خوب آپ کالج میں جاتی ہیں۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ کیا آپ یہ بات بتانا پسند کریں گی کہ آپ کس کلاس میں اپنی استانیوں سے مار کھا رہی ہیں ؟

یعنی آپ اپنے تجربے کی بات کر رہے ہیں۔ دوشیزہ نے کہا۔

ہینری: "ہاں جی! ہم نے تو بڑی مار کھائی اپنے استادوں سے"

دوشیزہ: استادوں کی مارنے ہی آپ کو کار میں بٹھا دیا ہے۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کا شغل کیا ہے۔ ؟

ہینری: میں ہوٹلنگ کرتا ہوں۔ ایک ہوٹل لاہور میں ہے۔ اور ایک سری لنکا میں ۔ کیا آپ نے کبھی ہوٹل میں کھانا کھایا ہے ؟

دوشیزہ: نہیں !ہمارے پاس ہوٹلوں میں فضول خرچی کیلیے پیسے نہیں ہین۔ گھر کی دال چپاتی کھاکر ہی ہم خوش ہیں۔

ہینری: کیا ہوٹل میں کھانا کھانے کو جی چاہتا ہے ؟

دوشیزہ: میرے چاہنے یا نہ چاہنے میں آپ کو کیا غرض ؟ اور ہاں اگر ایک دوبار کھابھی لوں تو اس سے زندگی میں کون سا انقلاب آجائے گا۔

ہینری: انقلاب تو آسکتا ہے۔ اگر آپ خود انقلاب لانا چاہیں۔

"وہ کیسے ؟" وہ اس طرح کہ آپ ہوٹل کی مالکہ بن جائیں۔

Marfat.com

"میں ہوٹل کی مالکہ بن جاؤں!" بالکل ناممکن۔ ہم نے تو کبھی خواب میں بھی ایسا نہیں سوچا۔

نہیں نہیں ! اب سوچ لیں ۔ اگر آپ مجھے اپنی زندگی میں داخل کر لیں تو مالکہ بننا بالکل آسان ہو سکتا ہے۔

دوشیزہ شرما سی گئی۔

اب ہینری نے گاڑی خود ہی ٹھیک کر لی۔ اور گاڑی بھیگتے راستوں پر بھاگنے لگی وہ پندرہ بیس منٹ کے بعد ایک ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے۔ دونوں نے مل کر مشروبات سے لطف اٹھایا۔ پھر اسے اس کے گھر تک چھوڑنے کے لیے گاڑی میں بٹھا لیا۔ تاہم اس نے یہ ضرور پوچھا کہ اگر وہ کل سیر کو آئے تو کیا مجھ سے ملنا پسند کرے گی۔ جس کے جواب میں کہا گیا ضرور۔

اب دونوں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ہنری نیڈو خوب دل کھول کر اس پر پیسے خرچ کرتا رہا۔ آخر ایک دن تو ہینری نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم دونوں زندگی کی مستقل ساتھی بن جائیں۔

دوشیزہ بولی۔ ہمارا مذہب ایسی آزادی نہیں دیتا کہ مسلم اور غیر مسلم سلسلہ مناکحت قائم کر لیں۔

ہینری: تو آپ اپنے مذہب کو چھوڑ دیں۔ میرے مذھب میں داخل ہو کر میری شریک حیات بن جائیں۔

دوشیزہ: نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی۔ اگر آپکو مجھ سے واقعتاً" محبت ہے تو آپ

Marfat.com

مسلمان ہو جائیں۔ پھر میں آپ کی زندگی میں داخل ہو سکتی ہوں۔

ہینری: اور اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو؟

دوشیزہ: تو ہم دونوں کے راستے جدا جدا ہیں ۔ نہ آپ کی دولت مجھے متاثر کر سکتی ہے اور نہ میری خوبصورتی آپ کے کام آ سکتی ہے۔

ہینری: نہیں اتنی جلدی آپ یہ سنگدلانہ فیصلہ نہ کریں۔ میں آپ کو ایک ہفتہ غور کرنے اور سوچنے کے لیے دیتا ہوں۔

دوشیزہ: آپ ایک ہفتہ کہتے ہیں میرا پورے ایک سال بعد بھی یہی فیصلہ ہو گا۔ البتہ میں تمہیں اسلام قبول کرنے پر غور کرنے کے لیے ایک مہینہ دیتی ہوں۔۔۔۔ آپکے اسلام قبول کرنے کی خوش خبری سننے کیلیے میں منتظر رہوں گی۔

آخر ہینری نیڈو نے حسن اور صداقت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور 1911ء میں ہینری نے میرواعظ سید محمد یوسف شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گیا۔

اس طرح جو کل تک ہینری نیڈو تھا آج وہ غلام حسین نیڈو بن گیا۔ اور جس سرزمین میں بتان ہند مسلمانوں کو کافر کر لیا کرتے تھے آج ایک مسلم دوشیزہ کے لیے ایک کافر مسلمان ہو گیا۔

ازاں بعد ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ 1917ء یا 1918ء میں ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بڑی حسین اور ذہین تھی۔ اور لائق بھی۔ اس نے سرینگر میں گورنمنٹ سکول میں تعلیم حاصل کی اور سینئر کیمبرج کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا

Marfat.com

اس کانام اکبر جہاں بیگم تھا۔ اور اس کی شادی کشمیر کے مشہور لیڈر شیخ عبداللہ سے ہوئی تھی۔ اور وہی ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی والدہ بنیں۔

غلام حسین نیڈو کو اللہ تعالی نے استقامت بخشی اور وہ آخر دم تک اسلام پر قائم رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی مرد حق کی تلاش میں جستجو بھی کرتا رہا۔ تاکہ اسکے دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات دور ہو سکیں جو ظاہری علم والوں سے رفع نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی جستجو کے دوران میں اسے لاہور کے باکل قریب (صرف بیس میل کے فاصلے پر) شرقپور شریف میں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کا پتہ چلا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے بتانے والوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی بارگاہ میں جانے والے باریش ہوتے ہیں۔چنانچہ اس نے بڑی محبت سے اپنے چہرے پر ایک چھوٹی چھوٹی داڑھی بھی سجالی۔

آخر وہ ایک دن اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف میں حاضر ہوا۔ اس نے گلے میں دوبین لٹکا رکھی تھی۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔لنگر سے کھانا کھلایا۔ ازاں بعد دوربین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

غلام حسین یہ گلے میں کیا لٹکا رکھا ہے ؟

اس نے عرض کیا۔ حضور! یہ دوربین ہے۔

یہ کس کام آتی ہے ؟

حضور اس سے دور کی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔

Marfat.com

واہ بھئی واہ ! یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ یہ کتنی دور تک کی چیزوں کا پتہ دے سکتی ہے ؟

مختلف دوبین مختلف فاصلوں تک کام دے سکتی ہیں۔ یہ دور بین جو اس وقت میرے پاس ہے ڈیڑھ دو میل تک کی چیزوں کو دیکھنے میں مدد دے سکتی ہے۔

اگر رستے میں کوئی رکاوٹ آجائے تو اس رکاوٹ کے دوسری جانب کی چیزیں بھی کیا اس سے دیکھی جا سکتی ہیں ؟

نہیں حضور !

غلام حسین ایک دور بین میرے پاس بھی ہے' جس کی راہ میں رکاوٹیں حائل نہیں ہوتیں۔ اور ہزاروں میل دور کی چیزیں دیکھنے میں مدد دے سکتی ہے۔

آپ نے دونوں ہاتھوں سے اوک (پنجابی میں بک) بنا کر آنکھوں پر رکھا۔ فرمایا۔

غلام حسین میں اس دوربین سے لندن تک دیکھ رہا ہوں 'آپ کے گھر کا ایک ایک فرد مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ آپ جلدی کریں لاہور جائیں۔ آپ کے گھر (لندن) سے لاہور میں ٹیلیفون آیا ہے۔ اور آپ کے کارندے اور نوکر آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ جتنی جلدی جا سکتے ہیں پہنچیں۔

چنانچہ غلام حسین فوراً" چلا گیا۔ وہ راستے میں میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ کیا میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی باتیں جو میرے ساتھ لندن تک کی ہوئی ہیں ٹھیک ہو سکتی ہیں۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں لندن میں آپ کے گھر کے ایک ایک فرد کو دیکھ رہا ہوں ۔ یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے

Marfat.com

؟۔ میاں صاحب نے تو لندن دیکھا نہیں وہ اس کے گلی کوچوں اور محلوں سے کیسے واقف ہیں۔ اور پھر انہیں ہمارے گھر کے بارے میں کیسے معلوم ہوگیا؟ لندن تو ایک بہت بڑا شہر ہے۔ لندن میں گھروں کا پتہ پوچھنے پر بھی نہیں ملتا۔

بہر حال غلام حسین جب لاہور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ لندن سے واقعتاً" ٹیلیفون آیا تھا' جس میں بتایا گیا تھا کہ ان (غلام حسین نیڈو) کی والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ جلدی لندن پہنچو۔

اس وقت لندن اور ہندوستان میں ہوائی جہاز کا رابطہ نہ تھا۔ بحری جہازوں کی سروس کام دے رہی تھی۔

غلام حسین ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا۔۔میں لندن پہنچوں گا' تو میری ماں کو سپرد خاک کیئے ہوئی ایک مہینہ گذر گیا ہو گا۔ لندن میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا' بعد میں چلا جاؤں گا۔ پہلے اس مرد حق کی بارگاہ میں حاضری دے لوں۔ مجھے تو جس مرد حق کی تلاش تھی وہ مجھے مل گیا ہے۔ میری تو ان سے کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی ہے۔ مجھے لندن کی بجائے وہیں (شرقپور شریف) جانا چاہیے۔ انہیں کی صحبت میں رہنا چاہیے۔

چنانچہ غلام حسین لندن جانے کی بجائے پھر شرقپور شریف میں پہنچ گیا۔ اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اسوقت مسجد میں تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا۔

غلام حسین تم پھر واپس آگئے ہو۔ آپ کی والدہ فوت ہو گئی ہے جب تک تم نہیں جاؤ گے آپ کے اعزاء اسے دفن نہیں کریں گے۔ وہ سرد خانے میں رکھی رہے

Marfat.com

گی۔ میں تو شائد آپ کو دوبارہ مل سکوں مگر والدہ کے چہرے کو تم دوبارہ نہ دیکھ سکو گے۔ جاؤ جلدی کرو اور لندن پہنچو۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے غلام حسین کو واپس بھیج دیا۔

جب وہ لندن میں پہنچا تو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ایک ایک بات کی تصدیق ہوگئی۔ اس کے گھر والوں نے اسے بتایا کہ اگر تم سال بھر نہ آتے تو بھی ہم نے آپ کی والدہ کو دفن نہیں کرنا تھا۔

غلام حسین نے گھر والوں سے مزید پوچھا کہ ان کی والدہ نے کس دن اور کس وقت وفات پائی تھی؟

انہوں نے جو تاریخ 'دن' اور وقت بتایا وہ اسی دن ' تاریخ اور وقت سے مطابقت رکھتا تھا جس دن وہ (غلام حسین نیڈو) میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں گیا تھا۔ اور میاں صاحب نے اسے اس کی والدہ کی وفات کی خبر دی تھی۔

غلام حسین نے مزید پوچھا کہ والدہ کے نزع کے عالم کی کوئی خاص بات؟

بتایا گیا کہ والدہ آپ کی جدائی میں روتی رہتی تھی اور بار بار کہتی تھی کہ دیکھ لو میرا بیٹا ابھی تک نہیں آیا۔ ہم نے پوچھا کہ یہ باتیں وہ کس سے کرتی ہے؟

کہنے لگی کوئی ایسی شخصیت ہے جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ مجھے حوصلہ دے رہی ہے کہ آپ کا بیٹا آپ کی آخری رسومات میں ضرور شامل ہو گا۔

اس طرح غلام حسین کی کایا ہی پلٹ گئی۔ وہ زندگی بھر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا' اور آپ اس کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔

Marfat.com

حوالہ کیلیے: ہینری نیڈو کی زندگی کا پس منظر جنگ میگزین 5 تا 11 اگست 1983ء

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں آمد کا واقعہ : (i) حاجی غلام یسین بولا (حیات ہیں) شرقپور شریف

(ii) شیخ عبدالرشید مرحوم بقول والد ماجد میاں محمد انور مرحوم شرقپوری

نوٹ: یہ مضمون اکتوبر 1997ء (ماہنامہ نور اسلام) کے لیے لکھا گیا ہے۔ مگر رسالہ میں شائع ہونے سے پہلے کتاب ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے۔ (قصوری)

Marfat.com

کنارا بھی سہارا بھی

☆ لوگوں میں رہو تو لوگوں کی خدمت کرو۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جیسا گمان کرو گے اسے ویسا ہی پاؤ گے۔

☆ عقیدت اور محبت کا جذبہ جسمانی توانائیاں بھی پیدا کرتا ہے۔

☆ جس کے سینے میں شیر کا دل ہو اسے شیروں کے سے کام کرنے چاہئیں۔

☆ جس مریض کے علاج میں ڈاکٹر بے بس ہو گئے اس کا علاج معمولی جڑی بوٹیوں سے ہو گیا۔

☆ مرد کامل نے قادا ڈاکو کو میاں قادر بخش حکیم بنا دیا۔

گجرات کی تحصیل پھالیہ میں ایک گاؤں پانڈووال کے باہر کوئی ڈیڑھ دو میل دور ایک چھوٹی سی بستی "مرشد دا ڈیرہ" ہے۔ اس بستی کے بانی میاں غلام مرشد ہیں۔ جٹ گوت ہے۔ میاں غلام مرشد کے تین بیٹے الٰہی بخش، محمد بخش اور راجا تھے۔

الٰہی بخش ایک صلح جو اور امن پسند آدمی تھا۔ جب کہ اس کے دونوں بھائی لڑائی جھگڑے کو خود آواز دے کر گلے لگاتے تھے۔ چوریاں، ڈاکے اور قتل کرنا ان کا من پسند مشغلہ تھا۔ اور ان وارداتوں میں وہ اپنوں اور بیگانوں میں بھی امتیاز نہیں کرتے تھے۔یہاں تک کہ سگے بھائی الٰہی بخش کے مویشی چرا کر لے جانے میں انہیں کوئی حجاب نہ تھا۔

Marfat.com

چونکہ ان دنوں لوگ تھانہ میں جاکر رپٹ درج کرانا اپنی ہتک سمجھتے تھے اس لئے برادری کے بڑے اور بوڑھے لوگ ان کے جھگڑوں کے فیصلے کر دیتے تھے۔ مگر الٰہی بخش اس قدر شریف آدمی تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کی شکایت ایسی پنچایت میں بھی نہیں لے جاتا تھا اور کہتا تھا کہ میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں اپنے ہی بھائیوں کو چور ثابت کروں پس اپنا نقصان برداشت کر لیتا تھا مگر حرف شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ میاں الٰہی بخش کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ بیٹوں کے نام طاہر علی عرف طاہری، اللہ داد عرف دادو، قادر بخش عرف قادی اور قادو، حیدر علی عرف حیدری اور زیادہ (عرفی نام) تھے جب کہ بہن کا نام بھاگن تھا۔

یہ بچے بچپن ہی سے چونکہ اپنے چچاؤں کی زیادتیاں دیکھتے آئے تھے اسلیے ان کے دلوں میں چچاؤں اور ان کی اولاد کے بارے میں نفرت ہی نفرت پیدا ہوئی۔ علاوہ ازیں اپنی جان اور مال کی حفاظت کا احساس شدت سے پروان چڑھنے لگا۔ اب وہ اس احساس کی حفاظت بہادر بن کر کرنا چاہتے تھے۔ آخر ایک دن طاہری اور قادو نے اپنے چچاؤں سے برملا کہہ دیا کہ اب آپ کی وارداتوں کی برداشت ہماری قوت سی باہر ہو رہی ہے۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کی کاروائیوں میں اینٹ کا جواب اینٹ سے اور پتھر کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔۔۔ لیکن انہوں نے اس تنبیہہ کا قطعاً" کوئی اثر قبول نہ کیا اور ایک رات الٰہی بخش کی کھڑی فصل کاٹ کر لے گئے اور اپنے مویشیوں کو چارہ کے طور پر کھلا دیا۔

ظاہر، اور قادو گئے اور چچاؤں کی گائیں بھینسیں دوھ لیں۔ کچھ گائیوں اور

Marfat.com

بھینسوں کے بچھڑے چھوڑ دیۓ جنہوں نے اپنی ماؤں کا دودھ پی کر تھن خالی کر دیۓ۔ اس طرح شام کو چچاؤں کے گھر میں دودھ کی ایک بوند تک بھی نہ گئی۔ بڑے سٹپٹاۓ۔۔۔۔۔دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا اور پھر سلسلہ چل نکلا' باہمی نقصان ہوتے رہے اور انتقامی جذبات جوان ہوتے رہے۔ جرم کو جرم کہنے کا احساس تک مٹتا چلا گیا۔

اللہ داد باپ کی طرح امن پسند تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بھائی کسی کا نقصان کریں' کسی کا نقصان کرنے سے اپنی عزت کا نقصان ہوتا ہے۔ اور شہرت خراب ہوتی ہے یہی وجہ تھی کہ اسے طاہری اور قادو کے یہ کام پسند نہیں آۓ چنانچہ ایک دن میاں اللہ داد جب گھر میں داخل ہوا تو مرغ پکنے کی سوندھی سوندھی خوشبو اس کی قوت شامہ کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی۔ اپنی بہن بھاگن سے پوچھا جو صحن کی ایک جانب چولہے پر گوشت بھون رہی تھی۔

یہ مرغ کا گوشت کہاں سے آیا ہے؟

قادی لایا تھا۔

کیا قادی کے پاس مرغ خریدنے کے لیے پیسے تھے؟

پتہ نہیں' کہتا تھا مہمانوں کے لیے کھانا پکانا ہے۔

بس کسی غریب کی مرغی پکڑ لی ہوگی اور وہ اس کی جان کو رو رہا ہو گا۔ اس کے برے لچھن میری شہرت کو زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پورا خاندان بد نام ہو رہا ہے۔۔۔۔۔کتنے پیار کے ساتھ اسے سمجھایا ہے مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔۔۔۔ اب تو میری برداشت کا پیمانہ لبریز ہوتا جارہا ہے میں چاہتاہوں گھر کے دروازے اس

Marfat.com

کے لیے بند کر دوں۔

بھائی جان یہ ظلم نہ کریں۔ اس کی جدائی مجھ سے براشت نہ ہو سکے گی میں تڑپ تڑپ کر مرجاؤں گی۔

مرتی ہو تو مرجاؤ۔ میری عزت سے کھیلنے والے میرے بہن بھائی نہیں ہو سکتے۔

اتنے میں قادی گھر میں آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے وہ گھما رہا تھا۔۔۔اس نے گھر کے ماحول کو روٹھا روٹھا پایا۔ بہن آنسوے بہا رہی تھی۔بڑے بھائی کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ وہ روٹی ہنڈیا کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھالیکن گھر کے ناراض ماحول کو دیکھ کر وہ چپ سا ہو گیا۔ اس نے بہن سے کچھ بھی نہیں پوچھا۔ وہ انہیں قدموں پر پلٹا اور باہر جانے کو قدم اٹھانا ہی چاہتا تھاکہ ایک گرجدار آواز اسکے کانوں میں پڑی۔

ادھر آؤ قادی! اب کہاں جانے لگے ہو۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ یہ مرغی کا گوشت کہاں سے آیا ہے ؟

قادی چپ چاپ بت بنا کھڑا رہا۔۔۔۔بڑا بھائی قریب آیا۔گریبان سے پکڑا اور جھنجھوڑتے ہوئے پھر پوچھا۔۔۔تمہاری زبان تالو سے کیوں لگ گئی ہے بولو! یہ چوری کی مرغی کیوں گھر میں لائے ؟

یہ تو پیھری (فقیر محمد کا عرفی نام) نے پکڑی تھی۔

مگر کھاؤ گے تم سب مل کر۔۔۔۔۔بدنامی ہوگی میری۔۔۔۔۔میں تو تیری ان بری عادتوں سے تنگ آگیا ہوں تیرا وجود اس گھر کے لئے اب ایک بوجھ محسوس کرنے

Marfat.com

لگا ہوں۔ جی چاہتا ہے تمہیں گولی مار کر ختم کر دوں۔۔۔۔ اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو ابھی نکل جاؤ میرے اس گھر سے۔

"میرے گھر" کے لفظ سے قادی چونک پڑا۔

بھائی جان یہ آپ کا گھر نہیں ہے۔ ہم سب بھائیوں کا مشترکہ گھر ہے۔ تم واحد مالک کیوں بننا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ سنبھالو اپنا گھر۔۔۔۔ میں اس چھوٹے سے گھر میں رہنا بھی نہیں چاہتا آپکے گھر سے باہر کی زمین میرے گھر کا صحن ہے اس زمین کا آسمان میرے گھر کی چھت ہے اب میں اپنے اس گھر کا راج پاٹ سنبھال لوں گا۔ میرے نام کی شہرت دور دور تک پہنچے گی۔۔۔۔ ہاں دیکھ لینا تم۔

یہ تفاخرانہ اور متکبرانہ باتیں کرتا ہوا قادی باہر نکل گیا۔

مگر دادو (اللہ داد) نے آگے بڑھ کر اس کے دامن کو پکڑ کر کھینچ لیا۔

نہیں بھائی مت جاؤ۔ میں تو آپ کے ہی فائدے کی بات کر رہا تھا۔ تو اگر بڑا بننا چاہتا ہے تو اچھے کام کر کے بن۔ چور ڈاکو اور لٹیرا بن کے بڑا نہ بنو۔

ماں باپ کو دیکھا اپنی شرافت کے عوض انہیں کیا ملا؟ اس کے بھائی بھتیجے ہماری ہر چیز ہڑپ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ کیا بنا لیا تم لوگوں نے؟ شریف لوگ بس شریفوں کی دنیا میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ بدمعاش دنیا میں شریف لوگوں کا کیا کام؟

چلو ایسا ہی سہی۔ یہ دنیا بری ہے۔ تم اس دنیا میں اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر جا رہے ہو تاکہ یہ بری دنیا تیرے بھائیوں کو کھا جائے۔

قادا اس دن رک گیا۔ ناراض بھائی کے ساتھ صلح ہو گئی۔۔۔۔ مگر چچاؤں اور ان

Marfat.com

کی اولاد کے ساتھ برابر کی ٹھنی رہی۔۔۔۔ایک دن ان کے مویشی قادو برادران کی کھیتوں میں گھس آئے ۔ سارا کھیت تباہ کر دیا۔ جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ بات بڑھتے ہوئے بے قابو ہو گئی۔ لاٹھیاں اٹھیں' ضربیں آئیں' پھر ایک بھالے کی تیز آگے بڑھی اور چچا زاد بھائی کے سینے سے پار ہو گئی وہ نیچے گرا اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

میاں غلام مرشد کے اس پہلے قتل نے قادر کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا دوسرے چاروں بھائی اور باپ الٰہی بخش قتل کے جرم میں پکڑ لیے گئے مگر کچھ عرصہ کے بعد بری ہو کر واپس گھر آ گئے۔۔۔۔قادو نہ تو پکڑا گیا' نہ ہی سزا بھگتی نہ بری ہوا اور نہ ہی واپس گھر آیا۔۔۔وہ "مرشد دے ڈیرے" سے نکلا اور چلتا گیا اس طرح پانڈو والا کی دیواروں کی سائے اس سے دور ہٹتے گئے۔۔۔۔اور قادی یا قادو کے نام سے پہچانا جانے والا سات فٹ لمبا بائیس سالہ جوان غصے کے پشتارے اٹھائے 1901ء کی نومبر کی ٹھنڈی اور کالی رات میں لاہور کی جانب چل دیا۔

چونکہ منزل کا تعین نہ تھا۔اس لیے جگہ جگہ رکتا جاتا تھا۔۔۔۔لاہور پولیس کے ایک اہل کار نے اسے آوارہ اور وارداتیا خیال کیا اور اسے ایک چھڑی لگا دی۔۔۔۔قادی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' سپاہی کو پکڑا اسے ایک پٹخی دی اور زمین پر دے مارا۔ دو چار گالیاں دیں اور ٹھڈے بھی رسید کیے۔ قبل اس کے لوگوں کا ہجوم بنے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جائے وردات سے دور نکل گیا۔ اس نے پیچھے گھوم کر بھی نہ دیکھا کہ سپاہی اپنے کپڑے جھاڑ کر کب اٹھا۔۔۔۔اسے یہ خوف ضرور لاحق تھا کہ پولیس کے دوسرے کارندے اسے پکڑ لیں گے۔ اسی لیے وہ رواں قدموں کے ساتھ

Marfat.com

چل رہا تھا کہ اچانک ایک مضبوط ہاتھ نے اسکے کندھے کو دبوچ لیا۔

نوجوان سہم گیا۔ یہ ضرور کوئی پولیس والا ہوگا۔مگر جب اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کا اندازہ بالکل غلط نکلا۔ یہ پولیس والا نہیں تھا بلکہ پختہ جسم والا ایک کڑیل جوان تھا۔ بالکل اجنبی تھا کوئی شناسائی نہ تھی،لمبی لمبی موچھیں تھیں' چہرہ بے ریش تھا' اوپر کے ایک دانت پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا' جو گفتگو کرنے پر بڑا نمایاں ہو کے دکھائی دیتا تھا۔

نوجوان قادو نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ کہنے لگا۔

ایسے لگتا ہے تم تھکے ہوئے بھی ہو اور بھوک کے ستائے ہوئے بھی۔۔۔۔یہاں ہوٹل میں کھانا کھاؤ گے یا میرے ساتھ گھر میں جا کر؟

نوجوان قادو اس پیش کش پر حیران تھا۔۔۔۔کہ ایک اجنبی پر اس قدر التفات کیوں۔؟

بھوک اسے واقعتاً" تھی اور ہر لمحے اس کے جسم میں نقاہت پیدا کر رہی تھی لہٰذا اس نے ہوٹل میں جا کر کھانا کھانے کو ترجیح دی۔

قریب کے ایک ہوٹل میں جا کر بیٹھے تھے کہ روسٹ کئے ہوئے مرغ مسلم کی رکابیاں آگئیں۔ نوجوان حیران تھا کہ ان عنایتوں کی تہہ میں کون سالالچ پنہاں ہے وہ تو بس دال چپاتی کو ہی ان برے حالات میں غنیمت جانتا تھا۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ میرے ساتھ کھنڈ میں جائیں گے۔

کھنڈ!کھنڈ کیا ہے؟

Marfat.com

کھنڈ میرے گاؤں کا نام ہے ۔ کوئی زیادہ دور نہیں ہے۔ رائے ونڈ کو جانے والی آصل روڈ پر واقع ہے۔ اجنبی نوجوان نے قادو سے کہا۔

مگر میرے مہربان دوست میں آپ سے بالکل ناواقف ہوں اور آپ کی عنائتیں واقفوں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس محبت کی مہمان نوازی آپ لوگوں کا شیوا ہے یا اس کے پاتال میں لالچ کی دنیا آباد ہے۔۔۔۔کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ مجھے آپ کے ہاں جا کر کیا کام کرنا ہوگا؟

دیکھیں بھئی آپ نے سپاہی کو مارا۔ سپاہی کو کوئی معمولی آدمی نہیں مار سکتا۔ وہی مار سکتا ہے جس کے سینے میں شیر کا دل ہو۔ شیر کے دل والے لوگ شیروں کے سے کام کرتے ہیں۔ بزدلی ان سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

کیا مجھے آپ کے کھیتوں میں ہل چلانا ہوں گے؟ قادو نے کہا۔

ہل چلانا بھی کوئی کام ہے۔ ہل چلاؤ' سہاگہ پھیرو' بیج کو زمین میں دفن کرو' خود مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤ۔ چھ مہینے تک فصل پکنے کا انتظار کرو تب کہیں جا کر پیسے کا منہ دیکھو۔ ہم تو میاں ہر رات پیسوں کا منہ دیکھتے ہیں اور روزانہ پیسوں کے ساتھ کھیلتے ہیں "نہ پیسہ کمانے میں' وقت نہ پیسہ خرچ کرنے میں تکلیف' جیبیں بھری رہتی ہیں نوٹوں سے۔

قادو نوجوان کی باتوں کے شیشے میں اتر گیا۔ وہ اس کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن کر اس کا ساتھ دینے کے لیے کھنڈ میں چلا گیا۔۔۔۔یہ نوجوان امام دین کھنڈ تھا نامی گرامی ڈاکو' چور' لٹیرا' رسہ گیر اور قاتل۔۔۔۔قادو پانچ سال تک امام دین کھنڈ کی پناہ میں

Marfat.com

رہا۔اس دوران میں اس کی ملاقات رنگیں پور کے عمراجوئیہ اور فتح محمد عرف فتو' رحیما جھیڈو اور کالا کھنڈ سے بھی ہوئی۔ ان کی صحبت اور تربیت سے قادو' قادا ڈاکو بن گیا۔ اس کے ٹھکانے بدلتے رہے۔ کبھی یہ کھنڈ میں رہا' کبھی چمرو پور' کبھی ستوکی' کبھی مانک' کبھی ارائیاں والا' کبھی پاجیاں' کبھی لکھووالی اور کبھی جھیڈو والی میں۔

ان علاقوں کے جرائم پیشہ لوگ سب ایک دوسرے کے وفادار ساتھی تھے۔جونہی ان لوگوں کی سرگرمیاں تیز ہو جاتیں اردگرد کے علاقوں میں وارداتیں ہی وارداتیں ہونے لگتیں۔چوریاں ہوتیں' قتل ہوتے' ڈاکے پڑتے' کھرے (نقوش) دابے جاتے مگر وارداتیے پولیس کے ہتھے نہ چڑھتے۔

قادو اس گروہ میں ایک عام کارکن کی حیثیت سے آیا تھا مگر بڑے چھوٹے اس کی وارداتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ قادا ڈاکو کے نام سے مشہور ہو گیا اب قادا ڈاکو اپنے ایک گروہ کا خود سردار تھا۔

ایک دن قادا سرشام کھیتوں کی پگڈنڈی پر سے گزر رہاتھا۔ راستے میں ایک بڑھیا ملی جو لاٹھی کے سہارے چلی جارہی تھی' مکئی کے بھٹوں کی ایک چھوٹی سی گٹھڑی اس کے سر پر تھی۔ قادے نے اس گٹھڑی کو اچک لیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس میں ضرور قیمتی چیزیں ہوں گی مگر اس میں تو اوپر سے نیچے تک بھٹے ہی بھٹے تھے۔۔۔۔

اب اس نے خفت مٹانے کے لیے بڑھیا سے کہا اماں جی آؤ میں آپ کو منزل تک پہچا دوں۔۔۔۔۔ بڑھیا اس کے پیچھے پیچھے چلتی گئی۔یہاں تک کہ اس کا گھر آگیا۔۔۔۔ قادے نے گٹھڑی بڑھیا کے حوالے کی اور جانے لگا۔۔۔۔بڑھیا نے اس کے

Marfat.com

حق میں دعا دی کہ اللہ تعالی تیری زندگی لمبی کرے تو اسی طرح لوگوں کے کام آتا رہے' لوگوں سے دعائیں لیتا رہے' کسی نیک ماں کا جایا ہوا لگتا ہے تو۔۔

قادا چلا گیا۔ اس نے بڑھیا کے لفظوں پر کچھ توجہ نہ کی۔ وہ تو بس لوگوں کو لوٹنے کے لیے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں سے بددعائیں لینے کے لیے اس دنیا میں آیا تھا۔۔۔ڈاکے اور قتل اس کی قسمت میں لکھے تھے۔ مگر اسے کیا خبر اس بوڑھی ماں کی دعائیں اس کے کام آجانی تھیں۔

انہیں دنوں اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کی شہرت فلک کی رفعتوں کو چھو رہی تھی۔ امراء۔ غرباء۔ علماء۔ عشاق میں آپ کا تذکرہ تھا۔ کوئی لوگوں کے ساتھ ان کی محبت کی باتیں کرتا کوئی ان کے تقوے کا ذکر کرتا' کسی کی زبان پر ان کے زہد کی گفتگو ہوتی اور کوئی ان کے تصرفات و کرامات کو زیر بحث لاتا۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر قادے ڈاکو کی محفل میں بھی ہونے لگا۔۔۔مگر یہ ذکر ان کے زہد و تقوی کا نہ تھا' خدمت خلق اور خشیت الہی کا نہ تھا۔ ان کے کشف و کرامت کا نہ تھا۔۔۔۔وہ تو بس ڈاکو اور لٹیرے تھے ان میں مال لوٹنے کی باتیں ہوتیں۔ ان کی نظر لوگوں کی آمدن و خرچ پر رہتی ہے۔ اگر آمدن ہے تو آمدن کا روپیہ کہاں رکھا جاتا ہے اگر خرچ دیکھتے تو اس ٹوہ میں رہتے کہ کس خزانے سے نکال کر خرچ کر رہے ہیں۔

ان لوگوں میں میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر اس نسبت سے تھا کہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اس قدر مہمان آتے ہیں۔ ان کی خدمت میں جو اتنا

Marfat.com

زیادہ خرچ کرتے ہیں یقیناً" ان کی کئی تجوریاں بھی ہوں گی۔۔۔۔یہ لوگ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خزانے لوٹنا چاہتے تھے۔ اولا" ان لوگوں نے ان کی تجوریوں کا پتہ لگانا تھا پھر ڈاکہ یا چوری کا پروگرام بنانا تھا۔

اس کام کی ذمہ داری قادا ڈاکو کے سپرد ہوئی کہ وہ پتہ کرے کہ اتنی دولت کہاں سے آتی ہے ؟ کہاں رکھی جاتی ہے ؟ اس دولت تک ہمارے ہاتھ کس طرح پہنچ سکتے ہیں ؟ چنانچہ قادا ڈاکو ایک مہمان کی حیثیت سے شرقپور شریف میں آیا۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ نووارد مہمان کے پاس خود تشریف لے جاتے اور اس کی خیریت و عافیت پوچھتے۔۔۔ عادت کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ قادا ڈاکو کے پاس بھی آئے اور پیار سے پوچھا۔

ہاں بیلیا ! آپ کہاں سے آئے ہیں' آپ کو کس نام سے پکارا جاتا ہے۔

والدین نے تو میرا نام قادر بخش رکھا تھا مگر لوگوں نے مجھے قادی' قادو اور قادا کے نام سے ہمیشہ پکارا ہے۔ قادر بخش کسی نے بھی نہیں کہا۔

تمہیں کس نام کی آواز میں راحت ملتی ہے ؟

جو بگاڑ کر نہ بولا جائے۔

یعنی قادر بخش نام آپ کو زیادہ پسند ہے۔

ازاں بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور تین بار فرمایا۔ یا قادر ! بخش' یا قادر! بخش' یا قادر! بخش۔۔۔ اس کے بعد آپ نے دستر خوان بچھوایا اور کھانا لگوایا۔ پھر قادر بخش کی پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا خوب سیر ہو کر کھانا کھاؤ' کام شائد

Marfat.com

تمہاری مرضی کے مطابق نہ ہو' ۔۔۔۔فقیر کے لنگر سے کھانا ضرور ملتا ہے اس کھانے میں شرمانا نہیں چاہیے۔ ویسے بھی انسان سارے کام روٹی کے لیے کرتا ہے۔ کام خواہ ہو یا نہ ہو روٹی ضرور کھانی پڑتی ہی تمہارا کام تو ویسے بھی ہوتا نظر نہیں آتا لہٰذا کھانا تو خوب اچھی طرح کھاؤ۔

قادر بخش بڑا قوی الجثہ سات فٹ بلند قامت کا جوان تھا۔ وہ دس بارہ روٹیاں ایک ہی وقت میں کھا جاتا تھا مگر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دستر خوان سے دو سے زیادہ روٹیاں نہیں کھا سکا۔۔۔۔وہ آٹھ دن تک یہاں رکا رہا۔میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خزانوں کا سراغ لگاتا رہا مگر خزانے اسے کہیں نظر نہ آئے۔ یہ خزانے تو قدرت کے عطا کردہ تھے۔ انہیں نہ چوروں کا ڈر تھا نہ ڈاکوؤں کا خوف'انہیں صرف میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی دیکھ سکتے تھے۔قادے ڈاکو کی آنکھ کی رسائی وہاں تک نہ تھی ۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔

آخر اتنے دنوں کے بعد قادا حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے کر روانہ ہونے لگا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تھوڑی سی چپاتیوں میں کچھ سالن لپیٹ کر اسکو دیں اور قصبہ کے باہر شیخانیوں کے کھوہ تک اسے چھوڑنے گئے اور فرمایا۔

قادر بخش ذرا احتیاط سے جانا۔

قادا اپنے گاؤں روانہ ہو گیا۔ آج وہ بڑا خوش تھا اسے ایک لمبی مدت کے بعد کسی نے قادر بخش کہا تھا اور وہ بھی ایک ولی اللہ نے۔ قادا ڈھانے والے ذخیرہ (جنگل) میں گذر رہا تھا نہ جانے اسے کیوں ہوا کہ وہ قادا جو رات کے اندھیروں میں سنسان جنگلوں

Marfat.com

اور بیلوں میں سے گزرتے ہوئے کوئی خوف محسوس نہ کرتا تھا آج اس کے دل میں ایک ان جانا خوف پیدا ہو رہا تھا۔ وہ گاہے آگے قدم اٹھاتا گاہے پیچھے کیطرف چلنے لگتا۔ وہ بڑی مشکل سے جنگل کی نہر کے دوسرے کنارے تک گیا تو اس کی زبان پر اللہ کا ورد جاری ہو گیا۔ وجدانی کیفیت اس قدر غالب آئی کہ رقص کرنے لگا اس نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے وہ کسی کی تلاش میں ادھرادھر بھاگنے لگا۔ آخر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ چوبیس گھنٹے تک اس بے خودی کی حالت میں جنگل میں پڑا رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ قادا ڈاکو سے اب میاں قادر بخش بن رہا تھا۔ سارا دن بے سدھ حالت میں پڑا رہا۔ رات بھی ایسے ہی بیت گئی۔ اگلی صبح وہ ہوش میں آیا۔ اسنے اپنے آپ کو دیکھا تو شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ برہنگی کی حالت ہے جسم پر جگہ جگہ خراشیں آئی ہوئی ہیں۔ خون رس رہا تھا۔ اس کا غرور، تکبر اور رعونت مفقود ہو چکے تھے۔ اسنے پھٹے ہوئے کپڑوں کی دھجیاں اکٹھی کیں۔ جسم کے خاص حصوں کو ڈھانپا اور مجنون صورت بن کر شرقپور شریف کی جانب چل دیا۔ جو اسے دیکھتا ہنسی آجاتی۔۔۔۔ بچوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ مگر چیتھڑوں میں لپٹا ہوا یہ خاک آلود نوجوان نیم بیہوشی کی حالت میں ملکانہ گیٹ کی طرف سے شرقپور شریف میں داخل ہوا۔

گلی کی نکڑ پر پہنچا تو اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کو منتظر پایا۔ قادا ایک قیدی کی حیثیت سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ قادا جو قید کرنے والوں سے نہ ڈرتا تھا آج ایک ولی کامل کے سامنے قیدی بنا کھڑا تھا۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا قادر بخش تم بڑے بہادر اور نڈر تھے۔ میں نے تمہیں روانہ ہوتے وقت ہی کہا تھاکہ ذرا احتیاط سے جانا مگر احتیاط تمہاری برداشت سے باہر ہو گئی۔

قادر بخش چپ تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اسے اندر بیٹھک میں لے گئے۔ہاتھ منہ دھلایا اور اچھے کپڑے اسے پہننے کو دیئے۔ اپنے سامنے بٹھایا اسے تھپکی دی ۔نماز روزے کی تلقین کی اور مزید فرمایا پہلے تم قادا ڈاکو تھے مگر آج کے بعد تم میاں قادر بخش ہو۔۔۔۔جاؤ اب اپنے گھر چلے جاؤ۔

مگر قادر بخش نے ہاتھ جوڑ دیے۔عرض کیا حضور! اب میں کہیں بھی جانے کا نہیں ہوں بس اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔

نہیں قادر بخش آپ کے کچھ ساتھی آپکے انتظار میں ہیں۔ انہوں نے جس کام کے لیے آپ کو بھیجا تھا اس کے متعلق جاکر انہیں تفصیلا" بتاؤ۔۔۔

قادر بخش چلا گیا واقعتا" اس کے دوست اسکے منتظر تھے۔ انہوں نے جس مشن پر اسے بھیجا تھا۔ اس کے بارے میں دریافت کیا۔۔۔قادر بخش کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگی۔ اس نے روتے روتے عرض کیا۔

مجھے آپ نے جہاں بھیجا تھا میں تو وہیں کا ہو گیا ہوں۔ اب میں آپ کے کام کا نہیں رہا۔

ان لوگوں نے قادر بخش سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تصوف کی باتیں سنیں تو وہ بھی اپنے برے کاموں سے تائب ہو گئے۔

Marfat.com

قادر بخش کی حالت میں اس قدر تبدیلی آئی کہ جو پہلے نماز کے نام سے بھاگتا تھا اب نہ صرف نماز پنجگانہ کا پابند ہو گیا بلکہ تہجد گزار بن گیا۔

ایک دن میاں قادر بخش حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا۔

حضور! جس کام کو میں نے زندگی بھر کیا وہ تو آپ کی دعا سے اب مجھ سے چھوٹ گیا اب میں کیا کروں ؟

آپ نے فرمایا کسی کو دوادارو دے دیا کرو۔

قادر بخش حیران ہو گیا اور سوچنے لگا کیا ان پڑھ بندہ بھی حکیم بن سکتا ہے یہ بات اس کی سمجھ مین نہ آسکی۔چند دن کے بعد پھر قادر بخش نے آپ کی خدمت میں یہی سوال کیا کہ حضور میں کیا کام کروں ؟

حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اب کے بھی یہی جواب دیا کہ کسی بیمار کو دوادارو دے دیا کرو اب بھی اس نکتے کو سمجھنے میں قادر بخش کی عقل نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اٹھے' اور ایک کتاب اٹھالائے۔فرمایا یہ کتاب لے جاؤ۔ یہ حکمت کی کتاب ہے۔بیماریوں کے علاج کے بارے میں اس میں بہت کچھ لکھا ہے۔

ـــــچونکہ تم مستقبل کے بننے والے حکیم ہو'حکیموں کے لیے اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

Marfat.com

میاں قادر بخش نے کتاب کو پکڑ لیا مگر الٹے رخ اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ عرض کیا حضور! میں تو کورا ہوں مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ یہ کتاب میرے کس کام کی ؟

نہیں یہ کتاب آپ کے کام کی ہے۔ یہ پڑھنی بھی آجائے گی۔۔۔۔۔بس جو کوئی پڑھا لکھا گزرے اس سے چند سطریں پوچھ لیا کرنا' پندرہ بیس صفحے پڑھ لو گے تو پھر حرف شناس ہو جاؤ گے۔

ایک دن اتفاق سے قادر بخش ایک پنسار کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ گاؤں کا ذیلدار جس کا نام اجاگر سنگھ تھا کو گزرتے دیکھا۔۔۔۔۔اجاگر سنگھ کی بیوی ٹی۔بی کی پرانی مریضہ تھی۔ میاں قادر بخش نے پوچھا۔

سردار جی آپ کی بیوی کی اب طبیعت کیسی ہے ؟

سردار جی نے بڑے دکھے دل کے سے کہا اس کے حالت بڑی خراب ہے بالکل ہڈیوں کا پنجر بن چکی ہے' ڈر ہے کہیں پرماتما کو پیاری نہ ہو جائے۔۔۔۔اگر ایسا ہوا تو میری زندگی بھی برباد ہو سکتی ہی۔ چھوٹے چھوٹے بچے ویران ہو جائیں گے۔

سردار جی گھبرائیں نہیں میں آپ کی بیوی کا علاج کروں گا۔

قادر بخش ! تم اس کا علاج کیسے کرو گے تم کون سے حکیم ہو ؟ اس کے علاج مین تو بڑے بڑے ماہر ڈاکٹر بے بس ہو گئے ہیں۔

سردار جی! میں سچ کہتا ہوں مجھے امید ہے کہ میرے علاج سے آپ کی بیوی مکمل صحت یاب ہو جائے گی۔

اچھا میاں! تم بھی علاج کر دیکھو۔

Marfat.com

اگر آپ کی بیگم صحت یاب ہو جائے تو انعام میں کیا دو گے ؟

میاں جی علاج کرو' اس کی صحت یابی پر جو آپ کہیں گے وہ آپ کو مل جائے گا۔

نہیں ایسے نہیں طے کر لیں ایک صد روپیہ' اعلیٰ قسم کی ایک بھینس اور ایک گھوڑی لوں گا۔

منظور ہے اجاگر سنگھ نے کہا۔

میاں قادر بخش نے وہیں پنساری سے لسوڑیاں' عناب اور ملٹھی وغیرہ معمولی قسم کی چیزیں لیں اور کوٹ کر پڑیاں بنا کر اجاگر سنگھ کے حوالے کیں۔

پنساری اور اجاگر سنگھ دونوں ان دوائیوں پر ہنس پڑے اور میاں قادر بخش کا مذاق بھی اڑایا۔

اجاگر سنگھ! اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں' آپ نے اتنے مہنگے علاج کئے ہیں یہ معمولی علاج بھی کر کے دیکھو' صرف تین دن کے بعد آپ کی بیوی صحت یاب ہونے لگے گی۔

واقعتاً" ایسا ہی ہوا' تین چار دن کے بعد اجاگر سنگھ کی بیوی ٹھیک ہونے لگی۔ اور ایک مہینے میں ایک دو دن باقی تھے کہ وہ گھر کے کام کاج کرنے لگی اور وہ نحیف و نزار عورت جو چارپائی کے ساتھ چارپائی ہو چکی تھی۔ خود چل کر اپنے میاں (اجاگر سنگھ) کے ہمراہ میاں قادر بخش کے پاس آئی۔

پرنام کرتے ہوئے سراپا جھک گئی۔ عرض کیا میاں صاحب آپ نے مجھے دوبارہ زندگی دی ہے آپ نے وعدہ پورا کر دکھایا ہے ----- آخر ہمارے ساتھ بیلے میں اپنی

Marfat.com

مرضی کی بھینس اور گھوڑی پسند کر کے لے لیں۔

بیلے میں اعلیٰ نسل کی بھینسیں اور گھوڑیاں کھڑی تھیں۔ میاں قادر بخش نے اپنی مرضی اور پسند کی گھوڑی اور بھینس لے لی۔ پھر انہیں ایک سو روپیہ بھی دے دیا گیا۔

جب میاں قادر بخش گھر واپس آنے لگے تو اجاگر سنگھ نے کہا میاں صاحب! وعدہ کے مطابق آپ کو انعام مل گیا ہے اب ہم اپنی طرف سے ایک گھوڑی' ایک بھینس اور پانچ صد روپیہ پیش کرتے ہیں وہ بھی قبول فرمائیں۔

لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا میں جو کچھ کہا تھا وہ میں نے لے لیا ہے اس کے علاوہ ایک پائی بھی نہ لوں گا۔

اجاگر سنگھ کی بیوی کی صحت یابی ان کے حکیم ہونے کا اشتہار بن گئی۔ جو مریض آتا آپ اس کا علاج بالکل معمولی جڑی بوٹیوں سے کرتے اور علاج کا معاوضہ شروع میں طے کر لیتے پھر اس سے ایک پائی تک زائد نہ لیتے۔۔۔۔بعض بے سمجھ لوگ کہتے کہ معاوضہ طے کر کے علاج کرنا درست نہیں ہے کیونکہ شفامن جانب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ مریض کو صحتیاب نہ کرے تو ان کے دعوے کدھر جائیں گے۔

آپ اس کے جواب میں فرماتے اللہ کسی کو مایوس نہیں کرتا'اس پر جیسا گمان کرو گے ویسا کر دیتا ہے۔ اقبال اس لیے تو کہتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اور یہ بھی فرماتے اللہ تعالیٰ میرے پاس وہی مریض بھیجتا ہے جسے اس نے

Marfat.com

صحت دینی ہوتی ہے اور دوسری بات یہ کہ میں خود علاج تھوڑا کرتا ہوں میں تو میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ(اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری) کے ارشاد کے مطابق بس دوا دارو دے دیتاہوں۔

میاں قادر بخش کے پاس اب دولت کی فراوانی ہو گئی آپ نے چھرو پور میں 80 ایکڑ زمین 3300 روپے میں خرید لی------ آپ کہا کرتے اتنے ڈاکے مارے،اتنی چوریاں کیں،اتنے قتل کئے مگر دولت نے منہ موڑے رکھا۔ ہم خود چھپ چھپ کر رہا کرتے جب سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نظر کرم کی دولت کی نہر کا رخ اس طرف ہو گیا' اب ہمیں لوگوں سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ لوگوں میں رہ کر لوگوں کی خدمت کرنے کی ضرورت ہے۔

میاں قادر بخش کی عقیدت اور محبت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے روزافزوں رہی۔وہ ایک دو مہینے کے بعد حضرت قبلہ کی قدم بوسی کے لیے ضرور آتا اور جب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا وہ بھی آپ کے مزار اقدس پر آکر مراقب ہوتا۔۔۔۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے موقعہ پر پانی کے استعمال کیلئے جو کنواں بنایا گیا اس کے پڑانہ کی جگہ بہت نشیب میں تھی اس میں بھرتی ڈالنے کے لیے میاں صاحب کے جواں سال مرید ٹوکریوں سے مٹی لانے لگے تو ان میں ایک بوڑھا بابا بھی بہت بڑا ٹوکرا لئے شامل تھا۔ اس ٹوکرے میں دوسرے لوگوں کی ٹوکریوں سے دگنی مٹی آتی تھی۔ وہ اپنے اس کام کے دوران میں خوب ہلا شیری بھی کر رہا تھا------ یہ بوڑھا بابامیاں قادر بخش ہی تھا۔میاں

Marfat.com

قادر بخش نے اپنے مرشد کے وصال کے تقریباً 8 سال بعد 12 چیت 1993 بکری، 10 محرم الحرام 1355ھ بمطابق یکم اپریل 1936ء بروز بدھ انتقال فرمایا۔انہیں چھروپور کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ماہانہ نور اسلام اکتوبر 1994ء

Marfat.com

نعت کی برکتیں

☆ اللہ والے سماعت و بصارت کی بے پناہ قوتیں رکھتے ہیں۔

☆ مرد کامل نے جسے سینے سے لگالیا وہ عمر بھر کیلئے دوسروں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔

☆ ولی کامل کی نگاہ نے نعت خواں سے خطیب پاکستان بنا دیا۔

☆ ایک کم تعلیم یافتہ مرید مصنف اور محقق بن گیا۔

☆ مرشد کامل سے انتہائی عقیدت مندی کا اظہار۔

1945ء سے ادھر کی بات ہے' میں جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں حضرت سید الف شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حسن تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں شاگردوں کا بے حد پیار بھی رکھتے تھے۔ اسی پیار کی وجہ سے ایک کثیر تعداد میں طلبہ صبح و شام آیا کرتے تھے صبح وہ کہ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے اور شام وہ کہ شام کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھ کر اکثر بچے گھروں میں جاتے تھے۔۔۔۔ حضرت قبلہ ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ والی صف میں کھڑے ہو کر کئی نمازیں پڑھنے کا شرف مجھے حاصل ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد بلند آواز میں صلوۃ وسلام

Marfat.com

پڑھا جاتا۔ پھر دعا مانگنے کے بعد ایک لمبی چادر بچھا دی جاتی جس کے دونوں طرف بیٹھ کر نمازی شمارے پڑھا کرتے۔(یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے) اس دوران میں حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کسی نعت خواں سے ایک نعت شریف بھی سنا کرتے۔ انہیں نعت خوانوں میں ایک دن کوئی پندرہ سولہ سال عمر کا ایک نیا لڑکا بھی نعت شریف پڑھنے لگا۔ اس کی آواز میں سوز اور ترنم تو ضرور تھا مگر نعت خوانی کی فن کے تار کافی حد تک ڈھیلے تھے۔ اس کمزوری کو اگرچہ سب نے محسوس کیا مگر ثانی صاحب قبلہ نے اس لوچدار آواز میں بے شمار نغمے اور زمزمے محسوس کیے۔

نعت خواں نے جب نعت ختم کی تو حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

ماشاء اللہ بڑے ہونہار دکھائی دیتے ہو۔ کہاں سے آئے ہو ؟

کھیم کرن سے۔

شیخ حاجی کرم الٰہی کو جانتے ہو ؟

جی! وہ میرے والد محترم ہیں۔

وہ کیسے ہیں ؟

بالکل ٹھیک ہیں میں انہی کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ بیٹھے ہوئے ہیں بچے نے ایک عمر رسیدہ شخص کی طرف اشارہ کیا جو سر جھکائے بیٹھا تھا اور درود پاک کے ورد میں مشغول تھا۔

حاجی کرم الٰہی شیخ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کے

Marfat.com

حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ اس سعادت پر بڑا فخر کیا کرتے تھے۔

کیا پڑھے ہو اور کیا پڑھ رہے ہو؟

آٹھ جماعت تک سکول پڑھا ہے۔ اب قرآن پاک حفظ کر رہا ہوں۔

قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے۔ آپ نے اس نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ہمارے ہاں کے درس میں ایک لڑکا بڑی اچھی نعت پڑھتا ہے' اس سے آپ کو ملواؤں گا۔ کچھ خاص خاص باتیں اس سے سمجھ لینا تاکہ تم ایک اچھے نعت خواں بن سکو۔۔۔۔۔اس مقصد کے لیے اپنے ابو سے چند دن کی یہاں رکنے کی اجازت حاصل کر لو۔

ایک گوشے سے آواز آئی میری طرف سے رہنے کی اجازت ہے۔ یہ آواز اس نوجوان کے والد کی تھی۔۔۔۔۔پھر یہ نوجوان حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے ان کے حجرہ شریف میں چلا گیا اور ساتھ ہی اس نوجوان کے والد شیخ حاجی کرم الٰہی بھی۔ باپ نے عرض کیا حضور اسے اپنی غلامی میں داخل فرما لیجئے۔ بیعت فرمائیے اور اچھے کاموں کی تلقین کیجئے۔ پھر نوجوان بیعت ہو کر حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گیا۔

کوئی آٹھ بجے کے قریب اس سے بھی چھوٹا ایک طالب علم بلایا گیا جس کا نام نور محمد تھا اور "نوشاہی بچے" کے نام سے مشہور تھا آج وہی بچہ حضرت علامہ نصرت نوشاہی بن کر بیشمار فنون کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ نے فرمایا۔

Marfat.com

نوشاہی بیٹا! یہ ایک نیا نوجوان ہمارے پاس آیا ہے نعت پڑھنے کی صلاحیتیں اس میں موجود ہیں۔بس تھوڑی سی اس کی رہنمائی کر دو۔

یہ نوشاہی بچہ عمر کا دسواں سال گزار رہا تھا نہایت دبلا پتلا متانت اور سنجیدگی کا پیکر تھا اس چھوٹی عمر میں بھی اس کی باتوں میں پختگی تھی' یہ بات کیوں نہ ہوتی یہ بھی تو آخر شرقپور شریف کے ایک ولی کامل حضرت میاں نیک محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا چشم و چراغ تھا۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد سن کر یہ بچہ سوچ رہا تھا میں چھوٹا ہوں اور نعت کے رموز سیکھنے والے مجھ سے بڑے ھیں۔ عرض کیا۔

جیسے آپ حکم فرمائیں گے میں بجا لانے کو تیار ہوں۔ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں ایک نعت دی کہ جا کر اس کی مشق کریں۔ پھر دونوں بچے مسجد کے دائیں جانب والے دالان میں جاکر بیٹھ گئے اور ننھے منھے مونہوں سے کبھی مدھم اور کبھی اونچی آواز سے نعت کے نغمے پھوٹنے لگے۔

کوئی ہفتے عشرے کے بعد اسی نوجوان نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد شمارے پڑھنے کے دوران میں یہ نعت پڑھی۔

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

میم مئے توحید پلائے اور "ح" پھر آگے حق سے ملائے

دوسری میم مراد دلائے

Marfat.com

اور یہ دال محمد ﷺ والی

دور کرے آلام

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

میم سے ہے ہر دکھ کا مداوا "ح" سے حامی ہر بیچارہ

دوسری میم یتیم کی ملجا دال بچا کر دوزخ سے

فردوس کا دے پیغام

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

میم سے ہیں محبوب وہ رب کے "ح" سے حاکم عجم وعرب کے

دوسری میم سے مالک سب کے دال سے داتا دونوں جہاں کے

جود ہے ان کا عام

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

میم محبت کی مئے لایا "ح" نے حق کا جام پلایا

دوسری میم نے مست بنایا دال سے دل میں بشیر کے ان کی

یاد ہے صبح و شام

شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام

اس نعت میں اسم محمد ﷺ کے ایک ایک حرف کی برکات کا ذکر ہے۔ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ایک شعر پر داد دی اور جھوم جھوم کے بار بار پڑھنے

Marfat.com

کا تقاضا کیا۔

حافظ صاحب جب شرقپور شریف میں تشریف لاتے حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہ نعت ضرور ان سے سنتے اور آپ کے لئے بلندی درجات کی دعا فرماتے۔

اگست 1947ء میں جب پاکستان بنا تو حافظ صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ اوکاڑہ میں آ بسے۔بے کاری اور بے روزگاری کے باعث دن عسرت سے گذرنے لگے۔ چونکہ طبیعت میں انا تھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا پسند نہ کیا۔ ستلج کاٹن ملز کے برلا ہائی سکول میں ملازمت کی غرض سے گئے۔ انتظامیہ نے تعلیم کا پوچھا تو صرف آٹھ جماعت پاس کی تعلیم بتائی۔

اس پر اولا" انکار کر دیا گیا یہ انکار طبیعت پر گراں گذرا تصورات کی دنیا میں کھو گئے۔حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خیال دل میں لائے سر جھکا اور آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ انتظامیہ کے لوگ دفتر سے نکلنے ہی والے تھے کہ ان میں ایک شخص نے کہا۔

نوجوان تھوڑی دیر کے لیے باہر رکو۔ آپ کو شاید دوبارہ بلایا جائے۔

حافظ صاحب باہر ایک گراسی پلاٹ (Grassi plot) میں بیٹھ گئے۔ ادھر انتظامیہ میں گفتگو شروع ہوئی کہ۔

سنا گیا ہے یہ شخص نعت بڑے خوبصورت انداز میں پڑھتا ہے۔ بس نعت کا آغاز کرتا ہے تو مجمع جھومنے لگتا ہے۔

Marfat.com

مگر نعت خوان ہونا تعیناتی کی شرائط میں نہیں آتا۔ دوسرے شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

صرف مڈل تک تعلیم اور پھر اس کے ثبوت میں کوئی سرٹیفکیٹ اور سند نہیں کیا خبر مڈل بھی پاس ہے یا نہیں۔ ایک تیسرے شخص نے بات بڑھائی۔

آپ بجا فرماتے ہیں کاغذوں کا پیٹ بھرنا ضروری ہے۔ مگر وہ تو مہاجر ہے مہاجرین تو وہ کچھ بھی بھارت میں چھوڑ آئے جو ان کے پاس تھا۔ سرٹیفکیٹ اور سند تو اسکول سے ملنا تھی۔ بھلا کیسے ساتھ لا سکتے تھے۔ پہلے شخص نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ مہاجرین کی مدد کرنا تو ویسے بھی ہمارا فرض بنتا ہے۔ حافظ قرآن ہے اسلامیات کے اسباق یقیناً" بہتر طریقے سے پڑھا سکے گا۔ بچوں کی قرآنی تجوید درست کرائے گا۔ نعت مصطفیٰ ﷺ بچوں کو سکھا کر اچھے نعت خواں بنا دے گا۔ اس طرح یہاں کے طلبہ میں اسلامی روح پیدا ہو سکے گی۔

اس شخص نے اس انداز سے حافظ صاحب کی حمایت میں گفتگو کی کہ انتظامیہ حافظ صاحب کی تعیناتی پر مجبور ہو گئی۔

حافظ صاحب کو دوبارہ بلایا گیا قرآن پاک کا ایک رکوع سنا پھر نعت مصطفیٰ ﷺ کی فرمائش ہوئی۔ حافظ صاحب نے وہی نعت "شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام" پڑھی تو انتظامیہ پر وجد طاری ہو گیا۔ نعت ختم ہوئی تو ساری سیلیکشن کمیٹی حافظ صاحب کے حق میں بولنے لگی اس طرح اسی دن آپ کو تقرری کے احکام مل گئے۔ اسی روپے/80 ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ حافظ صاحب خوشی خوشی گھر

Marfat.com

آئے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں یہ ان کے مرشد حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کی توجہ کا اثر تھا۔ کہ مجھے یہ نوکری مل گئی۔

حافظ صاحب کو سکول میں ایک سلجھا ہوا ماحول مل گیا۔ پڑھے لکھے اور پڑھنے لکھنے والے افراد کی ایک معقول تعداد مل گئی۔ آپ نے تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا۔ ننھے منھے بچوں کی زندگی کی بنیادیں اسلامی اینٹ گارے سے رکھنی شروع کر دیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی صاحب قادری اوکاڑوی سے درس نظامی کی تعلیم بھی شروع کر دی۔ بلکہ اپنے اس استاد سے مل کر 1954ء میں جامعہ حنفیہ برکاتیہ اشرف المدارس کی بنیاد رکھی۔ آپ اس میں ایک مصروف طالب علم بھی تھے اور بانی رکن بھی (ازاں بعد اس کی سرپرستی بھی آپ فرماتے رہے)۔

1955ء میں برلا ہائی سکول میں ایک چٹھی آئی جس کے مطابق سکول میں کام کرنے والے اساتذہ کی اسناد کی پڑتال ہونی تھی۔

حافظ صاحب کو بھی یہ چٹھی نوٹ کروائی گئی۔۔۔۔حافظ صاحب کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ نہ کوئی سند۔ نہ کوئی سرٹیفکیٹ۔ پڑتال کنندگان کو کیا دکھائیں گے ؟ دل و دماغ میں پریشانی نے گھر کر لیا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے۔ عالم دین ہو کر بھی رزاق مطلق پر سے یقین ڈھیلا ہو رہا تھا۔ بار بار کہتے۔ ر

Marfat.com

80روپے کے مشاہرے سے کافی حد تک ضروریات زندگی پوری ہو رہی تھیں۔اب کیا بنے گا۔

اتوار کو سکول سے چھٹی تھی پس آپ گاڑی پر سوار ہوئے اور سیدھے شرقپور شریف میں قبلہ ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری اپنے پیرومرشد کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ اسوقت گھر والی بیٹھک میں تشریف فرماتھے۔

پوچھا حافظ صاحب خیر تو ہے۔

عرض کیا۔حضور نوکری آپ کی توجہ سے ملی تھی اب وہ خطرے میں پڑ رہی ہے۔

آخر کیوں ؟

حضور حکومت کی طرف سے ایک چٹھی آئی ہے کہ سکول کے سارے اساتذہ کی سندیں چیک ہوں گی۔ چونکہ میرے پاس کوئی سند نہیں ہے لہذا چھٹی ہو جائے گی۔

کیا نوکری کے لیے سندیں ضروری ہوتی ہیں ؟ نوکری اور چاکری کیلیے تو بس تابعداری چاہیے۔ جن لوگوں میں تابعداری نہیں ان کے پاس خواہ کتنی سندیں ہوں انہیں چھٹی مل سکتی ہے۔

مگر حضور! چونکہ گورنمنٹ کا وفد محض اس لیے آئے گا کہ ہماری سندیں دیکھی جائیں۔اب فکر دامن گیر ہے کہ میں کیا دکھاؤں گا۔

Marfat.com

تم انہیں نعت پڑھ کے سنا دینا۔ہاں ہاں وہی نعت جو آپ نے نوکری حاصل کرتے وقت سنائی تھی۔ حضور ﷺ یقیناً" آپ کی مدد فرمائیں گے۔

حافظ صاحب مزید کچھ نہ بول سکے مگر دل کی بے چینی جوں کی توں قائم رہی۔ حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور پہلو میں جگہ دے دی ۔ فرمایا۔

آپ ایسا کریں۔ گھنگ شریف میں جائیں۔ بھائی رحمت علی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اس مسئلے کو پیش کریں وہ آپ کو کوئی رستہ دکھائیں گے۔

اتنے میں کھانا آگیا دستر خوان بچھا اور دال چپاتی چن دی گئی۔ حافظ صاحب اور دیگر مہمانوں نے کھانا کھایا۔ پھر حافظ صاحب رخصت ہوئے اور سیدھے گھنگ شریف میں حاضری دی۔ حضور میاں رحمت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا۔

آیئے حافظ صاحب میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا وہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ والی نعت شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام سنائیں۔

حافظ صاحب اسی وقت دوزانو ہو کر بیٹھے اور شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام والی نعت شروع کر دی۔ حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک ایک شعر پر جھومتے رہے نعت ختم ہوئی تو فرمایا محمد شفیع دوبارہ سنائیں۔ حافظ صاحب نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ یہی نعت پڑھی۔

پھر میاں صاحب نے بازو سے پکڑا اور سینے سے لگا لیا ۔ فرمایا آپ کرمانوالہ

Marfat.com

شریف میں جائیں وہ آپ کے لیے کوئی بندوبست کر رہے ہیں۔(ابھی حافظ صاحب نے اپنی آمد کے بارے میں وضاحت بھی نہیں کی تھی)۔

حافظ صاحب شام کے قریب کرمانوالہ میں غوث زمانہ گنج کرم حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پہنچے۔ شاہ صاحب قبلہ اس وقت مغرب کی نماز کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اذان ہوئی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ صاحب سے فرمایا نماز آپ پڑھائیں نماز کے بعد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس نعت پاک کی فرمائش کی جو آپ نے گھنگ شریف میں پڑھی تھی یعنی شہد سے میٹھا محمد نام! پھر آپ کو حجرے میں لیجایا گیا۔ کھانا پیش کیا اور پوچھا محمد شفیع وہ آپ کی نوکری والی کیا بات ہے ؟

حافظ صاحب حیران ہوئے کہ میں نے تو ابھی آنے کا مقصد ہی ظاہر نہیں کیا۔ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کیسے علم ہو گیا! بہر حال عرض کیا۔

حضور! میں برلا سکول میں ہائی سکول میں شعبہ دینیات کا انچارج ہوں گورنمنٹ کیطرف سے ہماری اسناد چیک ہونی ہیں مگر چونکہ میرے پاس کوئی سند یا سرٹیفکیٹ نہیں ہے جعلی سند بھی نہیں ہے لہٰذا لازمی امر ہے کہ نکال دیا جاؤں گا۔

ہاں ہاں یہ خطرہ تو ہے مگر آپ کی تنخواہ کس قدر ہے۔

حضور۔۔ 80 روپے مشاہرہ ملتا ہے۔

صرف۔۔ 80 روپے اتنے روپوں سے کیسے گذر ہوتی ہے۔

Marfat.com

گذر تو اچھی ہو جاتی ہے۔

نہیں نہیں۔80/- روپے بہت تھوڑے ہیں ہم آپ کو 380/- روپے لے کر دیں گے۔(خطیب پاکستان۔اپنے معاصرین کی نظر میں یہ رقم۔400/- لکھی گئی ہے)۔

یہ کیسے 380/- روپے تو ایم۔اے پاس والوں کو نہیں مل رہے مجھے آٹھ جماعتیں پڑھے ہوئے کو کیسے ملیں گے ؟

حافظ صاحب گھبرائیں نہیں۔ آپ کو نوکری سے نہیں نکالا جائے گا۔ جب بھی آپ جائیں گے اپنی مرضی سے جائیں گے اور یہ بھی غور سے سنیں۔ 380/روپے بہت جلدی آپ کو ملنے لگیں گے۔

حافظ صاحب اجازت پا کر گھر میں آ گئے۔ اب یقین کی دولت سے مالا مال تھے کہ نوکری سے کوئی نکالے گا نہیں بلکہ خود چھوڑ کر جاؤں گا اور پھر مشاہرہ بھی۔ 380/ روپے۔

بہر حال مقررہ تاریخ کو چیکنگ پارٹی آئی انہوں نے باری باری سب کی اسناد چیک کرنی شروع کر دیں۔

حافظ صاحب کو بلایا گیا تو چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ جسم و جان میں نقاہت آنے لگی۔ ہم پیالہ و ہم نوالہ دوستوں نے قہقہے لگانے شروع کر دئے اور طنزاً کہا۔

"جاؤ حافظ جی بھگوان بھلی کرے گا"۔ اپنی نعتوں کے ڈپلومے دکھا کر آئیں۔

Marfat.com

حافظ صاحب کے چہرے پر خفت سی نمودار ہوگئی۔ آپ درود پاک کا ورد کرتے ہوئے بغیر کسی سند کے اس دفتر کی جانب چل دیئے جہاں سندیں چیک ہو رہی تھیں۔ کچھ بھی تو پاس نہیں تھا بس دل میں حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک تصور تھا۔

ڈرتے ڈرتے چق اٹھائی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

حافظ صاحب کو دیکھتے ہی چیکنگ پارٹی کے سارے ممبران کھڑے ہوگئے۔

حافظ صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ وہ جن لوگوں سے خائف تھے انہیں کسی غیر مرئی قوت نے یوں احترام کرنے کیلیے کھڑا کر دیا ہے۔

سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی ہیں ملک کے مانے ہوئے نعت خواں عالم دین اور حافظ قرآن' بہترین مقرر اور خطیب یہ شعبہ دینیات کے انچارج ہیں۔ نعت پڑھتے ہیں تو شجر و حجر پر ایک کیف کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔

ماشاء اللہ حافظ صاحب ہمیں بھی آپ کوئی نعت سنائیں۔

حافظ صاحب اب خوف وہراس کی حصار سے نکل چکے تھے۔ اولا" انہوں نے قرآن پاک کی تلاوت پیش کی اور پھر "شہد سے میٹھا محمد نام" والی نعت کو نغموں میں ڈھالنا شروع کر دیا اور ایسا سماں بندھا کہ ہوش کی دنیا اٹھا لی گئی بس کیف و سرور کی بارش برس رہی تھی خود رفتگی اور سپردگی کا عالم تھا کسی کو احساس تک نہ رہا کہ ۔

Marfat.com

"کس لیے آئے تھے یہاں کیا کر چلے"

حافظ صاحب کیلیے جو لمحے ایک کٹھن امتحان بنے ہوئے تھے وہ بوئے گل کی طرح نکہتیں بکھیرتے گذر گئے۔ حافظ صاحب سے قطعاً" کسی سند یا سرٹیفکیٹ کا مطالبہ نہ کیا گیا۔۔۔حافظ صاحب اپنی پوسٹ پر پہلے کی طرح بحال رہے اور جو دن حافظ صاحب کو اپنی نوکری کا آخری دن لگ رہاتھا وہ بحالی کا دن بن گیا اور پہلے کی طرح حافظ صاحب کو سکول میں جاتے اور سکول سے آتے دیکھا گیا۔

تنخواہ والے دن حافظ صاحب تنخواہ لینے گئے تو پھر انہیں۔ر80 روپے ہی ملے سوچتے رہ گئے کہ دوسری باتوں کی طرح یہ بات کیوں پوری نہیں ہوئی ؟

1956ء کے اوائل میں حافظ صاحب کراچی میں ایک جلسہ عام میں تقریر کرنے کیلیے تشریف لے گئے۔ جلسہ کی انتظامیہ نے اپنے جلسے کی خوب تشہیر کی تھی اتنے لوگ جمع تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حدنگاہ تک لوگ ہی لوگ تھے تین گھنٹے کا خطاب ہوا۔ لوگ جم کر بیٹھے رہے۔ محویت طاری رہی۔

صبح ہوئی تو میمن مسجد کی انتظامیہ نے آپ کے ناشتہ کی فرمائش کی جو قبول کرلی گئی۔ اس دوران میں انتظامیہ ملتجی ہوئی اور مصر بھی کہ آپ ہماری مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیں ہم آپ کو۔ر380 روپے ماہوار دیں گے۔

۔ر380 روپے کا عدد سنا تو حافظ صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ پھر فوراً" کرمانوالہ والی نشست کی باتیں ایک ایک کر کی یاد آنے لگیں اسی وقت اٹھے شکرانے کے نوافل ادافرمائے پھر پیشکش کو قبول کرلیا گیا۔

Marfat.com

کراچی میں تشریف لانے کے بعد آپ کی شہرت کی ساری راہیں کھل گئیں۔ آپ طوطی پنجاب بنے، بلبل کراچی کہلوائے 'مہر شریعت ثابت ہوئے' بدر طریقت بن کر فروزاں ہوئے اور خطیب پاکستان کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اب دنیا کے شہنشاہیاں آپ کے قدموں پر نثار تھیں۔ ایوب خان آپ کے مشوروں کا طالب ہوا' ضیاالحق آپ کے پہلو میں بیٹھا' بھٹو نے آپ سے معانقہ کیا۔ آپ واقعتاً" ایک شہنشاہ تھے۔ خطابت کے شہنشاہ تھے۔ قلم کے بادشاہ تھے۔ صداقت میں منفرد تھے۔ عشق میں یکتا تھے۔ جرات میں نابغہ عصر تھے۔

یہ سب کچھ ہونے کے باوجود وہ حضرت قبلہ ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری کے حقیقی عقیدت مند تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انہیں جو کچھ ملا وہ شرقپور شریف کی ہستی کی بارگاہ سے ملا۔

حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کی عقیدت اس واقعہ سے عیاں ہوتی ہے کہ۔

1953ء میں جب تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا تو آپ کو بھی گرفتار کرلیا گیا اور سنٹرل جیل منٹگمری (ساہیوال) میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپ نے جیل میں حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کی بیتقراری کا اظہار کیا تو حضور رحمتہ اللہ علیہ خود ملنے کے لیے وہاں تشریف لے گئے اور پھر ابھی آپ جیل میں ہی تھے کہ آپ کا ایک بچہ تنویر احمد (عمر تین سال) قضائے الٰہی سے وفات پا گیا۔

Marfat.com

حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تعزیت نامہ لکھا اور فرمایا محمد شفیع گھبرایئے نہیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔ ایک ایسا ہی صدمہ آپ کو اور برداشت کرنا ہے۔

چنانچہ ایک ہی ہفتے کے بعد دوسرا بچہ منیر احمد (عمر ایک سال) بھی اللہ کو پیارا ہوگیا۔ حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دوسرا تعزیت نامہ لکھا۔

یہ دونوں تعزیت نامے حافظ صاحب نے زندگی بھر حرزجان بنائے رکھے اور اپنے بیٹے حضرت کوکب نورانی سے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو دونوں خط میرے ہاتھوں میں دے کر دفن کرنا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی کا وصال 24 اپریل 1984ء کو ہوا۔

روائت و مشاہدہ: محمد انور قمر شرقپوری۔ حضرت علامہ نور محمد نصرت نوشاہی صاحب۔ شیخ حکیم نیک محمد صاحب۔ شرقپور شریف۔

تصدیق واقعات: خطیب پاکستان اپنے معاصرین کی نظر میں۔ مطبوعہ دادابھائی فاؤنڈیشن کراچی۔

ماہ نامہ نور اسلام نومبر 1993ء

Marfat.com

تعمیر مسجد کیلئے ایک روپیہ

☆ مسجد کا خادم برادری کا نمبردار بن گیا۔

☆ مرد کامل نے مسجد کی تعمیر کے لیے ایک روپیہ دے کر تعمیر کے ذرائع اور وسائل پیدا کر دیئے۔

☆ اللہ کی نعمتوں کو جھولی پھیلا کر لیا کرو۔

☆ اللہ خود اپنے گھر کی فکر کرے گا۔

☆ تعمیر مسجد کے لئے خرچ کا تخمینہ ٹھیک نہیں۔

کبڈی اور کشتی پنجاب کے دو دیسی کھیل ہیں۔ جونہی پنجاب کی ماؤں کے بیٹے اور بہنوں کے بھائی جوان اور گبھرو ہوتے ہیں تو بغیر اس فن کو سیکھے میدان میں کود پڑتے ہیں ازاں بعد کچھ گبھرو ان کھیلوں کی باقاعدہ تربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں کھیل دیسی ہیں تاہم سارے جوانوں کے بس کا روگ نہیں ہوتا کہ وہ انہیں مستقل طور پر اپنائے رکھیں یہ پنجاب کی بعض خاص قوموں سے تعلق رکھتے ہیں جٹ 'زمیندار' اور ان کی مختلف گوتیں یعنی راجپوت 'بھٹی' کھوکھر اور چیمے وغیرہ کے نوجوان بڑے شوق سے میدان میں آکر اپنی قوت اور پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں ہندو اور شیخ چونکہ نازک قومیں ہیں اس لیے ان گوتوں کے لوگ ایسے جوانوں کی حوصلہ افزائی تو خوب کرتے ہیں مگر میدان میں نہیں اترتے۔

Marfat.com

آج سے کوئی 100سال پیشتر شرقپور شریف کے نوجوان کبڈی میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے میلوں پر خوب مقابلہ بازی ہوتی تھی۔

ڈھول کی تھاپ کے ساتھ بھنگڑا ناچ اور جیتنے والوں کے جلوس نکلتے تھے۔ مٹی سے لبریز اور لنگوٹوں سے ملبوس یہ نوجوان ماؤں' بہنوں اور دوشیزاؤں کی آنکھوں کا تارا بن جاتے تھے۔

شرق پور شریف میں حضرت داؤد بندگی کے عرس مبارک میں شامل ہونے والے زائرین کی جماعت کا میلہ بڑی دھوم سے اس وقت سے اب تک لگتا ہے' اس میلے پر بھی کبڈی کھیلی جاتی ہے۔

یہ 1966ء بکرمی کے بھادوں بمطابق مارچ 1909ء کی بات ہے جماعت کے میلے کی آمد آمد تھی کبڈی کھیلنے کے لئے ٹیمیں بنائی جارہی تھیں کہ ایک سبزی فروش شیخ نے جس کا نام محمد حسین تھا کبڈی ٹیم میں اپنا نام لکھوا دیا۔ دوستوں نے کہا شیخ صاحب تم نے کبڈی کیا کھیلنی ہے بس تم تکڑی (ترازو) کی بودی پکڑو یہ چٹی چپڑی والے جوانوں کے بس کا روگ نہیں ہے کہ وہ دھرویس اور تلیاں برداشت کریں مگر یہ نوجوان نہیں مانا۔ منتیں کر کے اپنا نام لکھوادیا۔ پھر صبح سویرے تیل کی مالش کر کے دوڑ ڈنڈ اور بیٹھکوں کی مشق کرنے لگا۔

25 پھاگن کی تاریخ آئی محلہ حکیم گڑھی میں شیخانے کھوہ کے کھیتوں میں کبڈی کا میدان بن گیا۔ ڈھول بجنے لگے اور میدان کے چاروں طرف لوگ ہی لوگ جمع ہو گئے کوٹ محمود اور اس کے گرد و نواح کے بانکے سجیلے نوجوان ایک طرف تھے اور دوسری

Marfat.com

طرف سے شرق پور شریف اور بھینی کے جیالے پھرتیاں دکھاتے ہوئے نکلے' انہیں جوانوں میں محمد حسین شیخ بھی تھا۔

کبڈی کا کھیل شروع ہوا کڑاک کڑاک طمانچوں کی آوازیں آنے لگیں۔ قینچیاں اور بٹھیاں ماری جانے لگیں کوئی گرتا کوئی بھاگتا اس طرح جیتنے والا کھلاڑی اپنے ساتھیوں کے کندھے کا سوار بن جاتا۔ محمد حسین شیخ باربار میدان میں کودنے کے لیے پر تولتا مگر اسکے ساتھی اس کو روکتے رہے کہ آپ کبڈی کے لیے نہ جائیں۔ کھلاڑی بڑے غصے میں ہیں مقابلہ سخت ہے تم پہلی بار میدان میں آئے ہو تمہارا جسم بھی نازک ہے مگر وہ نہیں مانا۔ وہ اللہ کا نام لے کر آیا تیزی اور پھرتی کے ساتھ مخالف ٹیم کی صف چیر کر نکل گیا ایک نوجوان نے ٹانگیں پکڑنے کی کوشش کی مگر اسنے تڑاک سے اس کی کمر میں ایک تلی ماری اور چھلانگ لگا کر نکل گیا وہ ایک لمحہ کے لیے رکا۔ مگر پکڑنے والے کھلاڑی نے ہمت ہار دی۔ ادھر محمد حسین زندہ باد ہو گئی دوسری بار پھر گیا اور اسی پھرتی کے ساتھ اب کے بھی نکل گیا' دوستوں نے اسے کندھے پر اٹھالیا محمد حسین زندہ باد چٹا کھلاڑی زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے اب مخالف "ٹیم کھار" کھا گئی وہ اسے ہر حال میں شکست دے کر رسوا کرنا چاہتی تھی مگر جسے اللہ نے فتح دینی ہو اسے کون شکست دے سکتا ہے وہ جب بھی گیا فتح یاب ہو کے آیا کامیابی نے اس کے قدم چومے۔

چونکہ محمد حسین نے دوسرے کھلاڑیوں کی نسبت زیادہ پھرتیاں دکھائی تھیں ان پھرتیوں کو کوے کی پھرتی سے تعبیر کیا گیا کہ جس طرح کوا ذرا سے اشارے سے بھاگ جاتا ہے ویسے ہی محمد حسین مخالفوں کے داؤ پیچ سے بچ نکلتا تھا چنانچہ ایک بار جب محمد

Marfat.com

حسین کبڈی ڈالنے کے لیے گیا تو کسی نے کہہ دیا" محمد حسین کاں" کہنے والے نے یہ نام کسی بد نیتی سے نہیں لیا تھا اس کی تیزی اور پھرتی کے باعث کہا تھا مگر یہ نام مستقبل میں محمد حسین کے نام کا حصہ بن گیا اور اب اسے محمد حسین شیخ کی بجائے محمد حسین کاں کے نام سے جانا پہچانا جانے لگا۔ چنانچہ اب اس کے بیٹے پوتے اور نواسے سب "کاں" خاندان کے افراد کہلاتے ہیں۔ محمد حسین کاں نے کبڈی میں خوب نام کمایا جس ٹیم میں شامل ہوا وہ فتح سے ہمکنار ہوئی کئی سالوں تک وہ اپنی کبڈی ٹیم کا کپتان رہا۔ یہ سرداری اسے کبڈی کے میدان میں ملی۔ مگر جب وہ کبڈی سے ریٹائر ہوا تو شیخ برادری نے اس کی سرداری تسلیم کرتے ہوئے اسے اپنا نمبردار بنا لیا اس کی بات اور اس کے فیصلے کا احترام کیا جاتا۔ شادی غمی کی رسومات اس کے آنے سے طے پاتیں برادری اور خاندانی جھگڑوں کے فیصلے صرف حاجی محمد حسین کاں کے حکم کے منتظر ہوتے۔

حاجی محمد حسین کاں ایک نیک اور صالح شخص تھا نمازی اور تہجد گزار تھا شرق پور شریف کی قدیمی مسجد ٹاہلی والی کا انتظام اس کے ہاتھوں میں تھا وہ منتظم اعلی ہی نہیں تھا بلکہ مسجد کا خادم بھی تھا صفیں خود بچھاتا' جھاڑو سے صفائی خود کرتا' نمازیوں کے لیے پانی ڈول نکال نکال کر پانی کی سبیل خود بھر دیتا اس مسجد کو چونکہ شرقپور شریف کی قدیمی مسجد کا شرف حاصل ہے یا یوں سمجھیں جتنی عمر شرقپور شریف کی ہے اتنی ہی عمر اس مسجد کی ہے چونکہ اس کی بنیاد اور تعمیر میں نیک لوگوں کی نیتوں کا دخل تھا۔ اس لیے ان نیکوں کی یادگار قائم تھی۔

1952ء کی برسات کا موسم شروع ہوا تو مسجد کی چھت ٹپکنے لگی حاجی محمد حسین

Marfat.com

مسجد میں تھا اس نے جلدی جلدی صفیں اکٹھی کر کے ایک کونے میں کھڑی کر دیں اور مٹی لے کر چھت پر چڑھ گیا چھت کا سوراخ بند کیا مگر جب واپس آنے لگا تو اس کلپاؤں یکدم چھت میں دھنس گیا اور چھت میں ایک بڑا سوراخ بن گیا اب اس سوراخ پر کوئی پھٹی رکھی اور مٹی ڈال کر اسے بھی بند کیا۔

بوڑھا حاجی محمد حسین بارش سے بالکل بھیگ چکا تھا گھر جا کر کپڑے تبدیل کیے حاجی محمد حسین صاحب کو سردی ہو گئی رات کو بخار ہو گیا۔ آدھی رات گزری تھی کہ بارش ہونے لگی۔

حاجی صاحب کو فکر دامن گیر ہو گئی کہ نہ جانے چھت پھر ٹپکنے لگے مگر اللہ کا کرم رہا چھت نہیں ٹپکی تاہم حاجی صاحب اس فکر میں رہنے لگے کہ مسجد کی چھت اب کسی دن کی مہمان ہے۔ اس کی وجہ سے جانی نقصان بھی ہو سکتا ہے اگر اللہ کے کچھ بندے ہمت کریں تو مسجد نئے سرے سے تعمیر کر لی جائے مگر نفسا نفسی کا عالم تھا نمازیوں کی مالی حالت کوئی زیادہ مستحکم نہ تھی۔ بس چند روپے دینے والے تھے سینکڑے اور ہزار دینے والا کوئی نہ تھا۔ حاجی محمد حسین نے کئی لوگوں سے تذکرہ کیا۔ مگر اتنے لمبے چوڑے منصوبے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔

ایک دن صبح کی نماز پڑھنے کے بعد حاجی محمد حسین کاں حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاں بیٹھک میں چلے گئے۔ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ لوگ آتے رہے اپنا مقصد بیان کرتے دعا کرواتے اور چلے جاتے مگر حاجی محمد حسین بس بیٹھے ہی رہے آخر کوئی 9 بجے کے قریب بیٹھک میں صرف قبلہ

Marfat.com

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حاجی محمد حسین رہ گئے۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا محمد حسین بیٹھک کا دروازہ اندر سے بند کر دو۔ محمد حسین کاں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر حضور نے محمد حسین کو اپنے پاس بٹھالیا اور پوچھا آج کیابات ہے؟ اتنے پریشان کیوں ہو؟

محمد حسین کی آنکھوں میں آنسو آگئے بھرائی ہوئی آواز سے عرض کیا ٹاہلی والی مسجد کی نئے سرے سے تعمیر کروانا چاہتا ہوں مگر ذرائع اور وسائل نظر نہیں آتے۔

محمد حسین! مسجد کس کا گھر ہے؟ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔

مسجد اللہ کا گھر ہے حاجی محمد حسین نے جواب دیا۔

جس طرح ہم تم اپنے گھر بناتے ہیں تو اس کے لیے ہمارے ہمسایوں کو کوئی فکر نہیں ہوتی ہمیں ہی ساری فکر ہوتی ہے ایسے ہی اللہ اپنا گھر بنالے گا فکر نہ کرو۔

فکر کیسے نہ کروں مسجد کی چھت گرنے والی ہے۔ عین ممکن ہے کوئی جانی نقصان ہو جائے۔

ہاں بات تو آپ کی ٹھیک ہے اچھا کل خرچ کا تخمینہ آپ نے کیا لگایا ہے کوئی تخمینہ نہیں لگایا۔

مسجد کے لیے تخمینہ لگانا بھی نہیں چاہیے۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روپیہ اپنی جیب سے نکالا۔ اسے اپنی جھولی میں رکھا فرمایا۔

محمد حسین! جھولی پھیلاؤ۔ پھر اپنی جھولی والا روپیہ محمد حسین کی جھولی میں ڈال دیا

Marfat.com

کہا جاؤ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دو۔ جولوگ مسجد کے لیے چندہ دیں اسے بھی جھولی پھیلا کر لے لیں ہاتھ میں پکڑ کر نہ لیں اب جب یہاں سے جائیں تو سیدھے چوک تک جائیں پھر واپس مسجد میں آجائیں اور ہاں یہ شعر گنگناتے رہیں۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٍ خُذْ يَدِیْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَا لَنَا

محمد حسین نے عرض کیا حضور! مجھے یہ شعر کاغذ پر لکھ دیں۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسی وقت یہ چاروں مصرعے کاغذ پر لکھ دیئے حاجی صاحب نے اس کاغذ کو پگڑی کے ایک کونے میں باندھ لیا پھر لوگوں سے ایک ایک لفظ کر کے یاد کر لیا یہ رباعی حاجی صاحب کا وظیفہ بن گئی وہ اٹھتے بیٹھتے اسے پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مسجد کی پیشانی کی دیوار کی تیاری شروع ہوئی تو حاجی صاحب کی خواہش کے مطابق یہ رباعی بھی لکھی گئی۔

بہر حال حاجی محمد حسین کی جھولی میں صرف ایک روپیہ تھا اور دل کی جھولی میں طرح طرح کے بے شمار خیالات تھے ایک روپیہ سے کیا بنے گا۔ یہ تو مزدور کے ایک گھنٹے کا خرچ بھی نہیں ہے اینٹ' سریا' سیمنٹ کا کیا بنے گا محمد حسین کے دل میں ہر لمحے بے دلی جگہ پا رہی تھی۔

آخر محمد حسین نے جانے کی اجازت طلب کی ۔ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ابھی نہیں دروازہ کھول دو اور تھوڑی دیر کے لیے مزید بیٹھو۔

Marfat.com

محمد حسین نے ابھی دروازہ کھولا ہی تھا کہ کوئی ملنے والا مہمان آیا۔ اس نے آتے ہی ایک سو روپیہ پیش کیا ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا محمد حسین یہ سو روپیہ بھی جھولی میں ڈال لو اور جاؤ اللہ کا نام لے کر کام شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت مسبب الاسباب ہے۔

محمد حسین حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرمانے کے مطابق چوک تک چلتا گیا کئی لوگ ملے کہنے لگے سنا ہے ٹاہلی والی مسجد کی تعمیر ہونے لگی ہے یہ تھوڑا سا حصہ ہمارا بھی ڈال لیں حاجی صاحب نے نہیں دیکھا کوئی کیا دے رہا ہے اتنے میں شیخ محمد فقیر قصوریہ آیا اس نے دس ہزار روپیہ دیا شیخ محمد اسماعیل قصوریہ کہنے لگے مسجد کے لیے ساری اینٹیں میں دوں گا۔ کچھ لوگوں نے سریا دینے کا وعدہ کیا۔

حاجی صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جس کام کو وہ بڑا مشکل خیال کر رہے تھے اس میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوتی گئیں مسجد کی باقاعدہ تعمیراتی کمیٹی بنائی گئی اس کمیٹی میں زیادہ تر مسجد کی بزم غوثیہ کے فعال رکن تھے۔ یعنی

مولوی نور محمد نارگ	محمد امین نارگ
میاں محمد عاشق گولائیہ	لالہ محمد حفیظ کھرونہ
میاں محمد عاشق کھرونہ	محمد انور و ھینگڑہ (انور شاپ والے)

حاجی محمد اشرف کٹاریہ (حاجی بلھا)

اولاً ساری مسجد شہید کی گئی پھر نئے سرے سے اس کی دیواریں اٹھائی گئیں لینٹر ڈالا گیا۔ مینار بنائے گئے تیاری کی گئی فرش لگے مگر کام ایک دن بھی نہیں رکا۔

Marfat.com

مسجد کی تعمیر کا کام شروع رہا اور حاجی محمد حسین کال تقریباً" روزانہ ہی حضور قبلہ ثانی صاحب (میاں غلام اللہ رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور کام کی رفتار کے بارے میں رپورٹ دیتے رہے گاہے گاہے ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ بھی مسجد میں تشریف لاتے۔ اور کام ہوتا دیکھ کر بڑے خوش ہوتے۔

حاجی محمد حسین کال بوڑھا اور کمزور ہو رہا تھا۔ مگر مسجد کی تکمیل اس کے جذبوں کو جوان رکھے ہوئے تھی۔ اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اتنی خوشی شاید اسے اپنے بیٹوں کی پیدائش پر بھی نہ ہوئی تھی جتنی خوشی اسے اس وقت ہوئی جب مسجد کا کام مکمل ہوا اور راج مزدور اپنی مزدوریاں لے کر فارغ ہوئے۔ پھر اس کے رنگ و روغن کی باری آئی اس کا انتظام بھی اللہ تعالی نے اپنے غیبی خزانوں سے کر دیا۔

تعمیراتی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق تعمیراتی میٹریل کے عطیات کے علاوہ 27000 روپے کے لگ بھگ کل خرچ آیا۔

حاجی صاحب کی اس مسجد سے بڑی محبت تھی بوڑھے ہونے کے باوجود مسجد کی خدمت میں لگے رہتے۔ گرمیوں کا موسم آتا تو مسجد کا فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے کئی با لٹیاں پانی بہاتے جب آپ کے پوتے جوان ہو گئے تو وہ آپ کا ہاتھ بٹانے کو آتے مگر آپ فرماتے بیٹا! یہ خدمت میرے سپرد رہنے دو۔ تم اپنے دنیا کے کام کرو مجھے کون سا کام ہے مسجد کا فرش ہی تو ٹھنڈا کرنا ہے ٹھنڈا فرش ہو گا تو نمازی سکون سے نماز پڑھیں گے کوئی پوتا اگر زبردستی بالٹی پکڑ لیتا تو آپ جھاڑو لے لیتے اور فرش کو دھونے لگتے۔

1970ء کا سال آگیا۔ حاجی صاحب مسجد کا فرش دھونے میں مشغول

Marfat.com

تھے۔بوڑھے کمزور بھی تھے بالٹی کا پانی بہانے لگے تو خود بھی بالٹی کے ساتھ لڑھک گئے گر دے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی درد اتنا شدید تھا کہ کراہنے لگے اس گیلے فرش پر کروٹیں بدلتے رہے۔اور ہائے ہائے کرتے رہے۔

حاجی صاحب کے گرنے کی خبر آنا"فانا" بازار تک پھیل گئی۔ لوگ بھاگے آئے۔ بیٹے اور پوتے آئے گھر میں لے گئے علاج معالجہ ہوا۔ مگر بے سود مہینے تک صاحب فراش رہے اپنی نمازیں اشارے سے پڑھتے رہے۔ مسجد کا جو بھی نمازی آپ کی خبر لینے آتا اس سے مسجد کی صفائی و دھلائی کا ضرور پوچھتے۔ ایک دن بڑی حسرت سے کہا کاش میں اس دن مرجاتا جس دن گرا تھا کہ میرا غسل مسجد کے صحن کے پانی سے ہوتا مگر میری ایسی قسمت کہاں ؟ یہ کہتے کہتے ان پر غشی طاری ہوگئی۔ نبضیں ڈوبنے لگیں پھر ہوش آیا تو کہنے لگے۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِيْ فِيْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٍ خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 85 سال تھی۔

(راوی میاں فضل کریم ابن حاجی محمد حسین کال)۔

ماہنامہ نور اسلام نومبر 1993ء

Marfat.com

"ابا جی"

☆ بیماری کا علاج تو محض ایک بہانہ ہے۔شفاء منجانب اللہ ہوتی ہے۔

☆ لنگر کے ٹکڑے بیمار مویشیوں کا علاج بن گئے۔

☆ معالج کی شہرت اس کی ڈگریوں یا رجسٹریشن سے نہیں بلکہ اس کے کام اور اخلاص سے ہوتی ہے۔

☆ اس کی تمنا تھی کہ رات کو کوئی دکھی ہائے ہائے نہ کرے بس سکون سے سوئے اور سکون سے اٹھے۔

☆ دوائیں دی گئیں اور دعائیں لی گئیں۔

کوٹ رادھا کشن کے قریب بھائی پھیرو روڈ پر ایک قصبہ نما گاؤں نینکے میں 1976ء میں یہ خبر کانوں کان سفر کرتے کرتے آناً"فاناً" پھیل گئی کہ "ابا جی" وفات پا گئے۔ یہ خبر سنتے ہی لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ سب لوگوں نے اپنا کاروبار بند کر دیا۔ دکانوں کے شٹر گیٹ گرا دیئے گئے۔اور پورے گاؤں میں صف ماتم بچھ گئی۔ بچے بھی ابا جی کے سوگ میں بلبلا رہے تھے۔ جوان بھی مغموم تھے۔ عورتیں بھی رو رہی تھیں۔ سب ہائے اباجی' ہائے اباجی کہ رہے تھے۔ وہ شخص کتنا عظیم تھا! جسے پورے گاؤں کے لوگوں نے اباجی کا خطاب دے رکھا تھا۔

Marfat.com

ہاں مرنے والے کو لوگ اباجی ہی کہتے تھے۔ وہ جوانوں کے بھی بوڑھوں کے بھی۔ بچوں کے بھی' عورتوں کے بھی اور مردوں کے بھی ابا تھے۔اور پورا گاؤں ان کی اولاد تھا۔ ہر دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ کیا وہ اتنی عمر کا بابا تھا کہ پورا گاؤں اس کے بیٹوں' پوتوں ' پوتیوں اور نواسے نواسیوں سے بھرا پڑا تھا۔ ہاں وہ 85 سال کا بوڑھا بابا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کئی بچے پیدا ہوئے اور جوان ہو کر بوڑھے ہوگئے۔ شاید اسی لئے لوگ انہیں اباجی کہتے تھے۔

لیکن نہیں یہ عمر کی بات نہ تھی - عمر میں تو اس سے بھی کئی زیادہ عمر کے بوڑھے بابے تھے مگر انہیں کوئی اباجی نہیں کہتا تھا۔ اس کے سینے میں ایک باپ کا دل دھڑکتا تھا۔ اس کے دل میں محبت کی دنیا آباد تھی۔ وہ دوسروں کے دکھ درد اپنے دامن میں ڈال لیتا تھا۔اسی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ لوگوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا اور لوگوں نے اسے یہ خطاب دیا جس کے لیے لوگ عمر بھر ترستے رہتے ہیں۔ وہ خطاب تھا"اباجی"۔

یہ اباجی! بابا حکیم جلال الدین تھے۔ بیماروں کے مسیحا' نبض دیکھ کے دوائی دیتے۔ نہ دوائی کے پیسے لیتے نہ کوئی انعام و اکرام کا لالچ۔ خیبر سے کراچی تک کے لوگ آتے۔ آپ کی دعا اور دوا سے صحت یاب ہوتے۔ ان کے مطب میں مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ دوسرے حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس مریض جاتے ہی نہ تھے۔ وہ سارا دن بیٹھے مکھیاں مارتے رہتے۔ سنا گیا ہے ایک حکیم نے حکمت چھوڑ کر پرچون کی دکان کرلی۔ پوچھا گیا حکیم صاحب یہ تنزلی کیوں ؟

Marfat.com

کہنے لگا۔ بابا جلال الدین سارے حکیموں ڈاکٹروں کو لے ڈوبے گا۔ وہ لوگوں کو مفت دوائی دیتا ہے۔ لوگ اتنے پاگل تو نہیں کہ ڈاکٹروں کی بھاری فیسیں بھریں اور مہنگی دوائیں خریدیں پھر صحت یابی کا بھی یقین نہیں۔ بابا جلال الدین نہ فیس لیتا ہے نہ دوائی کے پیسے لیتا ہے اور مریض کا اعتماد اور یقین بھی پختہ ہے کہ اسے صحت ہو جائے گی۔ پتہ نہیں یہ گھر کے اخراجات کیسے چلاتا ہے۔ تانبے' پارے'سونے اور چاندی کے قیمتی کشتے مفت بانٹے جا رہا ہے۔

ڈاکٹروں حکیموں نے طبی بورڈ قصور کے صدر سے شکایت کی باباجلال الدین طبی لحاظ سے ایک ان پڑھ حکیم ہے۔ ویسے بھی یہ غیر رجسٹرڈ ہے۔ لوگوں کو کچے کشتے دیتا ہے جو صحت کی بجائے موت کا باعث بن سکتے ہیں۔

ان حاسدوں کی شکایت کی پذیرائی بڑی جلدی ہوئی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کا ایک بورڈ بھاگا آیا۔ قصور کا میڈیکل آفیسر بھی ان میں شامل تھا۔

نینکے میں آ کر ان لوگوں نے جس بچے جوان بوڑھے سے میاں جلال الدین کا پتہ پوچھا۔ سب نے ابا جی کے حوالے سے تعارف کرایا۔ یہ لوگ حیران رہ گئے کہ پورا گاؤں ان کی اولاد ہے۔روحانی اولاد ہے۔ وہ ان لوگوں کے دلوں میں بستا ہے۔ اگر ہم سے باباجی کی شان میں کوئی گستاخی ہو گئی' تو یہ لوگ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ قدرتی طور پر ایک رعب سا ان لوگوں پر چھا گیا۔

بہر حال جب یہ وفد میاں جلال الدین کے مطب میں پہنچا تو کوئی 70 مریضوں کی دو لمبی قطاریں اپنی باری کاانتظار کر رہی تھیں۔

Marfat.com

بابا جی کو اس وفد کی اطلاع دی گئی۔ تو انہیں کسی قسم کا کوئی تردد نہ ہوا۔ چارپائیوں پر ان لوگوں کو بٹھوا دیا گیا اور خود مریضوں کو دوائی دینے میں مصروف رہے۔

جب آپ اس کام سے فارغ ہوئے' تو ان مہمانوں سے فرمایا۔

اگرچہ مہمان کی بڑی تکریم ہے' مگر میں اس تکریم کا احساس کئے بغیر اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ یقیناً" میری یہ حرکت آپ کو پسند نہیں آئی ہو گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے تندرست کی نسبت بیمار کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ آپ ماشاء اللہ خیریت سے ہیں۔ مگر بیمار بیچارے دکھوں کے مارے نہ جانے کس کس تکلیف میں مبتلا تھے۔ میں اس حرکت پر معذرت خواہ ہوں۔

اب ان کی شربت سے تواضع کی گئی۔ ازاں بعد پوچھا گیا کہ میرے غریب خانہ پر آپ نے کس غرض سے قدم رنجہ فرمایا ہے۔

ہمارے آنے کا مقصد یہ تحقیق کرنا ہے کہ کیا آپ رجسٹرڈ حکیم ہیں یا غیر رجسٹرڈ ؟

بابا جی نے فرمایا! غیر رجسٹرڈ ہوں۔

کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں کہ حکومت غیر رجسٹرڈ حکماء کو مریضوں کی جانوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتی !

بابا جی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ رجسٹرڈ حکماء مریضوں کی جانوں سے کھیل سکتے ہیں۔ گویا کہ اس طرح رجسٹریشن سے صرف حکیم کو تحفظ ملتا ہے کہ اگر اس کے زیر علاج مریض کی زندگی کی ڈوری کٹ جاتی ہے تو حکومت اس سے نہیں پوچھے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رجسٹریشن سے مریضوں کو کیا تحفظ ملا ہے ؟

Marfat.com

وفد کا لیڈر چپ ہو گیا۔۔۔بابا جی نے فرمایا!

آپ مجھ سے امراض کی تشخیص کے بارے میں سوال کریں۔ ان امراض کی دواؤں کے بارے میں سوال کریں۔ اگر میں آپ کو مطمئن نہ کر سکوں' تو مجھے بے شک علاج معالجے سے روک دیا جائے' ویسے بھی آپ خوب جانتے ہیں کہ حکیم کی شہرت اس کی ڈگریوں یا رجسٹریشن سے نہیں ہوتی' بلکہ اس کے کام کے اخلاص سے ہوتی ہے۔ اس کے علاج سے صحت یاب ہونے والے مریض خود بخود اس کی شہرت کا اشتہار بن جاتے ہیں۔

وفد نے بابا جی سے سر درد کی وجوہات دریافت کیں۔ درد گردہ کے بارے میں بھی سوالات کئے۔ باباجی نے انہیں تسلی بخش جواب دیئے۔ وفد کے ہر ممبر نے اپنی ہستی کی اہمیت جتانے کے لیے سوالوں کی بھرمار کر دی۔۔۔۔۔ باباجی ہر ایک کو مطمئن کرتے رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کیا میں بھی آپ سے کوئی سوال کر سکتا ہوں ؟

وفد کے لیڈر نے عرض کیا نہیں۔ ممتحن صرف امتحان لے سکتا ہے۔ امتحان دیا نہیں کرتا۔

لیڈر کو شائد علم ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھی یقیناً" باباجی کے سوالوں کے جوابات نہیں دے سکیں گے۔ انہوں نے گفتگو کا رخ بدلا۔ اور ان کے مطب کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

اثنائے گفتگو وفد نے پوچھا کہ آپ نے حکمت کس سے سیکھی ہے؟

بابا جی نے فرمایا۔ کیا حکمت سیکھنے والی کوئی چیز ہے ؟ حکمت تو خدا کی دین ہے'

Marfat.com

جسے چاہے وہ دیدے۔

ہمارا مطلب حکمت . بمعنی دانائی نہیں بلکہ حکمت . بمعنی علاج مریضاں ہے یعنی طب۔

"بس میری تمنا تھی کہ کوئی دکھی انسان رات کو ہائے ہائے نہ کرے۔ سکون کے ساتھ سوئے اور سکون کے ساتھ اٹھے۔ میں نے حکمت کی کچھ کتابیں خریدیں اور معمولی قسم کی دوائیاں بنا کر لوگوں کو دینے لگا۔ چونکہ میری نیت اور جذبہ میں خلوص تھا اس لیے قدم قدم پر میری پذیرائی ہوئی۔ اب میں چاہتا تھا کہ بڑے امراض کا بھی علاج کروں مگر ڈرتا تھا کہ کہیں نیم حکیم خطرہ جان والا معاملہ نہ بن جائے۔"

"میں چونکہ شرق پور شریف میں اعلی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے برادر حقیقی حضرت میاں غلام اللہ صاحب ' ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی میں اپنے آپ کو دے چکا تھا۔ چاہتا تھا کہ اپنے پیرومرشد کے آگے اپنی تمنا کا اظہار کروں۔ مگر جراءت نہ ہوتی تھی۔غالباً" 1935ء کی بات ہے - تمناؤں اور آرزوؤں کے غنچے خود ہی پھول بن کر کھلنے کو بے قرار ہوگئے۔میں حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' کچھ تنہائی ملی' تو ثانی صاحب خود ہی فرمانے لگے"

جلال الدین آج کیا بات ہے - اس قدر کیوں سہمے بیٹھے ہو ؟

میں نے عرض کیا۔ حضور آپ جانتے ہیں میں حکمت کی دکان کرتا ہوں مگر کچھ مریض آس لے کر آتے ہیں۔ مگر میں انہیں نامراد واپس بھیج دیتا ہوں۔

کیوں ؟ تم ان کا علاج کیوں نہیں کرتے ؟

Marfat.com

کیونکہ ان کے امراض پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ان کے علاج بڑے بڑے حکماء کے پاس ہوتے ہیں۔

دیکھو جلال الدین علاج تو محض ایک بہانہ ہے' شفاء تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہوتی ہے۔ مریض آئے تو شرمایا نہ کرو۔ اپنے حساب کی دوا اسے دیدو۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ شفاء پائے گا۔

اس دن سے حکمت کی کتابوں میں جن مرضوں کے لیے جو دوائیاں لکھی ہوتی ہیں میں انہیں استعمال میں لا رہاہوں۔ جس کو دوائیں دیتا ہوں اس سے دعائیں لیتا ہوں۔

وفد نے جب باباجلال الدین کی یہ باتیں سنیں تو دنگ رہ گئے۔ کہنے لگے۔

آپ کی حکمت کا انداز بالکل مختلف ہے۔ آپ کے پیچھے واقعتاً" اس ولی کامل کا ہاتھ ہے جس کی آپ غلامی میں ہیں جب تک ان کی نگاہ آپ کے حال پر ہے یہ فیض جاری رہے گا۔

وفد چلا گیا۔ اس نے نہ جانے کس طرح کی رپورٹ تیار کی مگر باباجلال الدین کو اس کے بعد کسی نے نہیں پوچھا۔

اب ایک دن ایسا آیا۔ بابا جلال الدین کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا۔

ابا جی! میری بھینس بیمار ہوگئی ہے' اس کے لیے بھی کوئی دوائی عنایت فرمائیں۔

باباجی نے فرمایا - کل آنا۔

باباجی مطب سے فارغ ہو کر سیدھے شرق پور شریف میں آ گئے۔ حضور قبلہ

Marfat.com

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملے۔ عرض کیا حضور! اب تو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مویشیوں کاعلاج بھی کریں۔ میں ایک بندے سے کل کے لیے وعدہ کر آیا ہوں۔

حضور میاں صاحب نے بابا جلال الدین کو لنگر کھانے کو دیا۔ لنگر کے کچھ ٹکڑے بچ گئے۔ فرمایا جلال الدین یہی ٹکڑے اس بھینس کو کھلا دو۔

باباجلال الدین یہ ٹکڑے لے کر چلا گیا۔ وعدے کے مطابق وہ شخص آیا۔ عرض کیا۔ حضور! میری بھینس کو بڑی تکلیف ہے اگر آج آپ نے دوائی نہ دی تو بیچاری مر جائے گی۔ میں غریب آدمی ہوں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ دودھ کی پیالی پی لیتے ہیں۔ میں تو کل کاڈرا ہوا ہوں۔

باباجی نے آستانہ عالیہ شرق پور شریف کے لنگر کا ایک ٹکڑا دیا۔ فرمایا جاؤ اسے کھلا دَ۔ اور ظہر کے بعد آکر مجھ سے ضرور ملنا۔

عصر کے قریب وہ شخص آیاتو بڑا خوش تھا۔ کہنے لگا اس کی بھینس بالکل ٹھیک ہے۔

ولی کامل کے لنگر کا ٹکڑا بھینس کا درست ہو جانا ایک خاص وقت کی کرامت کی بات تھی۔ مگر باباجلال الدین نے مویشیوں کے مرض کے لیے علاج حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لنگر کے ٹکڑوں کو سمجھا۔ وہ جب بھی شرق پور شریف میں آتا لنگر کے بچے کھچے ٹکڑوں سے تھیلا بھر کے لے آتا' اور حاجت مندوں کو دے دیتا۔ دو طرفہ یقین کی بات تھی ہر بھینس 'گائے' گھوڑی' گھوڑے' بکری' بکرے' کو لنگر کے ٹکڑے کھانے سے صحت ہو جاتی۔

Marfat.com

کیا یہ تاثیر لنگر کے ٹکڑوں سے اب ختم ہوگئی ہے ؟نہیں حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ باباجلال الدین وفات پا گیا۔ اس کی حکمت ختم ہوگئی اس کا مطب بند ہو گیا۔مگر لنگر کے ٹکڑوں کی تاثیر اب بھی موجود ہے۔اب بھی اس گھر میں یہ ٹکڑے تھیلوں میں بھر بھر کے جارہے ہیں اور لوگ ان سے فیض پا رہے ہیں۔

انہیں باباجلال الدین سے متعلق ایک اور واقعہ یاد آرہا ہے کہ جن عورتوں کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوتے تھے۔ وہ بھی آنے لگیں۔ بابا جی نے انہیں بھی تسلی کی خاطر دوائی دینی شروع کر دی مگر ایسی عورتوں کو فائدہ نہ ہوا۔ وہ بچوں سے محروم رہیں۔ ان کی گودیں خالی رہیں۔ باباجی بڑے متفکر ہوئے۔

بارگاہ خداوندی میں گڑگڑاتے رہتے۔ عرض کرتے بار الہا ! باباجلال الدین کے دروازے سے ایسی عورتوں کو کیوں محرومی ہوتی ہے ؟

آخر ایک دن یہ تمنا بھی لے کر بابا جی حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے چہرے پر سے بشاشت غائب تھی' آنکھوں میں انکساری تھی' زبان پر التجائیں جلوہ گر تھیں اور دل میں نہ جانے کون کون سی تمنائیں بات بن جانے کو بے قرار تھیں۔

حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جلال الدین اب آپ کا مطب کیسے چل رہا ہے ؟

الحمد للہ آپ کی دعاؤں سے ٹھیک طرح سے چل رہا ہے۔

Marfat.com

اب تو مریضوں کو کوئی مایوسی نہیں ہوتی۔

نہیں حضور آپ کا فیض جاری ہے۔

میرا فیض جاری ہے! وہ کیسے ؟ کام تو آپ کرتے ہیں۔ فیض آپ دیتے ہیں۔ مریض آپ دیکھتے ہیں۔ دوائی آپ دیتے ہیں۔ ناموری اور شہرت آپ کی ہوتی ہے۔ لوگ تو آپ کے فیض کو تسلیم کر رہے ہیں۔

حضور! وہ ان کی بات ہے مگر میری بات یہ ہے کہ سارا فیض آپ کا ہے۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ مسکرائے۔ فرمایا۔ جیسا بھی ہے اسے جاری رکھو۔ حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں ایک پھول دیا اور فرمانے لگے۔ جلال الدین دیکھو یہ پھول ریاض مدینہ کا پھول ہے۔ رحمت للعالمین کے شہر کا پھول ہے۔ اس پھول کا نام کچھ لوگ گل مریم لیتے ہیں۔ یہ لے جاؤ۔ اسے اپنے کام میں لاؤ۔ پانی جس میں ہم نے پھول رکھا ہے' اس پھول کی بند پتیوں کو کھولنے میں مدد دی ہے۔ پھول نے اس کے بدلے میں اس پانی میں وہ تاثیر دی ہے' جو عورت اسے پی لے گی اس کی گود میں پھولوں جیسے بچے اللہ تعالیٰ دے گا۔ واقعتاً" اس پھول نے اس طرح اپنی تاثیر دکھائی جیسے حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

راوی ○ بابا عبدالغفور ابن حکیم باباجلال الدین عرف "اباجی"

ماہ نامہ نور اسلام شرقپور شریف جنوری 1995ء

Marfat.com

معالج

☆ اللہ والے اللہ والوں کے ہاں جانا اپنی زندگی کا معمول بنا لیتے ہیں۔

☆ مردان کاملین اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر اپنی آنکھوں کا وضو کیا کرتے ہیں۔

☆ اللہ والے بیماری کی حالت میں ہائے وائے نہیں کرتے۔

☆ ولی اللہ کی شہرت پھولوں کی طرح گردو نواح میں پھیل جاتی ہیں۔

غالباً" یہ 1955ء کی بات ہے کہ میرے والد محترم حاجی محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے ایک بورڈ (2 x 5) لکھنے کے لیے فرمایا۔ جس کی عبارت اس طرح سے تھی۔

"یہاں پر ہر ماہ چاند کی چودہ تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم ہوتا ہے"۔

کچھ دنوں کے بعد آستانہ شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ پر حاضری کی غرض سے جو گیا تو یہ بورڈ اعلیٰ حضرت کے دربار اقدس کی غربی جانب نئے تعمیر ہونے والے ہال کے ایک کونے پر آویزاں تھا۔ یہ بورڈ کس انجمن کی طرف سے یا کس شخصیت کی طرف سے آویزاں کرایا گیا تھا۔ میں اس سے نا آشنا تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ کی شب کو پتہ چلا کہ اس گیارھویں شریف کی محفل کا انعقاد حضرت فضل الٰہی صاحب مونگہ کے اہتمام سے ہوتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے حاضرین و سامعین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ محفل اب تک باقاعدگی کے ساتھ انعقاد پذیر ہو رہی ہے۔اب اس محفل کا

Marfat.com

اہتمام جناب حاجی فضل احمد صاحب مونگہ (ابن حاجی فضل الہٰی رحمتہ اللہ علیہ کرتے ہیں مزید بر آں اب یہ محفل دربار پر نہیں بلکہ حاجی صاحب کے گھر میں ہوتی ہے۔

بہر حال جب یہ محفل دربار اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر منعقد ہوتی تھی اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی چنانچہ ایک بار اس محفل میں ایک ایسی ہستی نے شرکت فرمائی جنہیں حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ تھے جناب ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ صاحب' ان کا تعلق جناب فضل الہٰی صاحب سے کافی مدت پیشتر سے تھا آپ نے اس محفل کے کیف و سرور سے خاص لطف اٹھایا اور اس میں شمولیت کو اپنے لیے ایک سعادت سے کم نہ سمجھا۔

اس حاضری نے حاجی صاحب کے صاحبزادے جناب حاجی فضل احمد صاحب مونگہ سے ایک تعلق اور گہرا ربط قائم کیا جو مزید ملاقاتوں کا باعث بنا اور آشنائی کے نقوش دلوں میں مزید گہرے ہوتے چلے گئے اور دونوں طرف سے ادب و احترام کے دامن مضبوطی سے تھام لیے گئے اس تعلق کا پتہ اس وقت چلا جب حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس مرض میں مبتلا ہوئے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا باعث بنا۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کو شوگر کی تکلیف تھی۔ جس کے باعث آپ کے دونوں گردے بری طرح متاثر ہو چکے تھے۔ کھانسی اور بخار نے آپ کی خدمت میں مستقل طور حاضر رہنا شروع کر دیا اس طرح جسم کی توانائیاں سلب ہونے لگیں

Marfat.com

کمزوری اور تکلیف حد سے بڑھنے لگی۔

ایک دن صاجزادہ حضرت محمد عمر بیربلوی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز اعلی حضرت شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا۔ وعلیکم السلام کی آواز اتنی مدھم تھی کہ صاجزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اسے سن نہ سکے۔ اس لیے آپ ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔ حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو فرمایا۔ مگر آپ زیادہ نہیں بیٹھے۔ فوراً" اٹھے۔

حاجی شاہ محمد رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حاجی فضل احمد صاحب موہنی روڈ والے ایڈیٹر "سلسبیل" دونوں کو بلایا۔ فرمایا۔ آپ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ جلدی کریں اور حاجی فضل الہی صاحب مونگہ کو اس صورتحال سے آگاہ کریں۔

وفا کے ان پتلوں نے حاجی صاحب کے ہاں جانے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کی۔ حاجی صاحب، ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حضور آنے ہی والے تھے۔ گھر سے نکلے تو ان دونوں کو اپنی جانب تیز قدموں سے آتے ہوئے دیکھا۔ان کے چہروں پر پریشانی کی دنیا آباد تھی۔ حاجی صاحب وہیں رک گئے۔ پوچھا خیریت تو ہے۔ حاجی فضل احمد(سلسبیل والے)آگے بڑھے۔ ان کی آنکھیں برس پڑیں۔ عرض کی۔ حضور قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حالت زیادہ تشویش ناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی صحبت سے مزید کچھ عرصہ فیض یاب ہوتے رہیں -تو جو کچھ آپ

Marfat.com

کر سکتے ہیں کریں۔ حضرت قبلہ بیربلوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہی پیغام دے کر ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کا علاج ان دنوں ملک کے معروف معالج حکیم آغا دوست محمد صاحب تکمیلی کر رہے تھے جو طبیہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ یہ نامور حکیم حضرت پیر طریقت صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے طب میں استاد بھی تھے۔ اس نازک وقت میں فوری طور پر انہیں اطلاع دینا ضروری خیال کیا گیا۔

حاجی فضل احمد صاحب(ابن حاجی فضل الٰہی و مصنف حدیث دلبراں) نے فوراً لاہور ریحان ٹرانسپورٹ کمپنی کی ایک گاڑی کا انتظام کیا اور یہ تینوں صاحب لاہور کی جانب چل دیئے۔ گاڑی کو شیخ غلام محمد نارگ پوری احتیاط اور ہوش مندی سے بھگانے لگا۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے' جب یہ مختصر سا قافلہ حکیم صاحب(آغا دوست محمد تکمیلی) کے ہاں پہنچا۔ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کی تشویشناک صورت کے بارے میں بالوضاحت بتایا گیا اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ حاجی فضل الٰہی صاحب مونگہ نے خصوصی طور پر فرمایا ہے کہ آپ ان آنے والوں کی باتیں سن کر کوئی نتیجہ اخذ نہ کریں اور نہ ہی کوئی دوائی تجویز کریں بلکہ فوراً شرقپور شریف میں تشریف لائیں اور حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خود آکر دیکھیں۔

حکیم صاحب دن بھر کے کام سے تھکے ہوئے تھے۔ آرام کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ پیغام کسی معمولی شخصیت کے بارے میں نہ تھا کہ ٹال دیا جائے حضرت قبلہ ثانی صاحب

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ مشائخ نقشبندیہ میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ ان کی گرتی ہوئی صحت سے پوری دنیائے نقشبندیت متاثر ہوسکتی تھی۔

آپ نے آرام اور مصروفیات کو ایک طرف کر دیا اور فوراً" ساتھ جانے کو تیار ہوگئے۔ پھر سب کو بیٹھ جانے کو فرمایا پنسل منہ میں لے کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے۔

اگر ہوسکے تو ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ صاحب کو ساتھ لے لیں۔ مگر وہ جانے والے نہیں ہیں وہ تو خود دنیوی اور روحانی طور پر ایک ارفع مقام رکھتے ہین۔ رات کو اور گھر سے اتنی دور جانے پر وہ کبھی بھی رضامند نہ ہونگے۔ کاش مجھے اس وقت کوئی ایسا نام یاد آجائے جن کا کہا وہ ٹال نہ سکیں۔

گھڑی رات کے گیارہ بجارہی ہے اور ابھی مزید دو گھنٹے تک اپنے مطب میں مشغول رہیں گے۔ شاید وہ ہمارے ہمراہ جانے سے انکار کر دیں۔ ان کا انکار ہمارے لیے ایک دھچکا سے کم نہ ہو گا۔

حاجی فضل احمد صاحب آگے بڑھے اگر ان کا جاناحضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لیے مفید ہے تو ہم انہیں ہر قیمت پر لے جائیں گے۔

مسئلہ قیمت کا نہیں' مسئلہ ان کے مان جانے کا ہے۔ معمولی آشنائی انہیں لے جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔

کوئی بات نہیں آشنائی تو ان سے معمولی سی ہے مگر امید ہے وہ ہماری خواہش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔

Marfat.com

کاش آپ کا گمان سچ ثابت ہو۔

حکیم صاحب کو ساتھ لے کر یہ لوگ گاڑی میں بیٹھے اور بغیر کسی قسم کی دیر کیے چونا منڈی میں جناب سید ڈاکٹر دلاور علی شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا مطب چل رہا تھا۔ لوگ اپنے مریضوں کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نبضیں دیکھ رہے تھے۔ اسٹیتھو سکوپ لگا لگا کر دل کی دھڑکن کا جائزہ لے رہے تھے۔ بلڈ پریشر چیک کر رہے تھے۔ مشورے اور نسخے دیئے جا رہے تھے۔ گویا کہ ڈاکٹر صاحب اس قدر مصروف تھے کہ سر کھجانے کی فرصت نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے جونہی حاجی فضل احمد کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ نصف رات وہ شخص آ جائے گا جس کی محبت کے نقوش مدت سے دل میں مرتسم تھے۔ محبت کے تقاضے مجبور کرتے ہیں کہ ملنے کے بہانے تلاش کئے جائیں، ملیں اور دوبارہ ملنے کی آرزو لے کر جدا ہوں۔ اور اس بات کا قطعاً" احساس نہیں ہوتا کہ ایسی ملاقات میں دونوں میں سے کس کو زیادہ مسرت ہوتی ہے۔

اکثر لوگوں کے ہاں ہمارا آنا جانا مختلف مقاصد کا حامل ہوتا ہے۔ مگر ڈاکٹر کے پاس کوئی شخص جاتا ہے تو وہ یا بیمار بن کر جاتا ہے یا بیمار کی خاطر۔ اس لیے ڈاکٹر آنے والے کے بارے میں وقت سے پہلے جان لیتا ہے کہ وہ کیوں آیا ہے البتہ جب اس کے ہاں کوئی اس کے تعلق والا آتا ہے تو وہ حیران ہو کر ضرور پوچھتا ہے کہ کیوں کیا بات ہے خیریت تو ہے اسے بڑی تشویش ہوتی ہے کہ اس کے تعلق والا کیوں بیمار بن گیا ہے۔

یہی معاملہ یہاں حاجی صاحب کے ساتھ پیش آیا۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب اٹھے اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک یہ حضرات کلینک میں بچھی کرسیوں پر بیٹھ نہیں گئے۔ پوچھا خیریت تو ہے۔ رات کے اس حصے میں اتنی مسافت طے کرنے کے دامن میں کیا پوشیدہ ہے کہیں آپ کے ابو (حاجی فضل الٰہی صاحب) کی طبیعت تو ناساز نہیں۔

نہیں والد صاحب تو ماشاء اللہ خیریت سے ہیں مگر وہ خیریت سے نہیں جن کی خیریت ہم سب چاہتے ہیں۔ حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک عرصے سے بیمار ہیں اب ان کی بیماری تشویشناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ والد صاحب نے ہی مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور حضرت صاحب کی صحت کے لیے جو کچھ آپ کر سکتے ہیں کریں۔

ڈاکٹر صاحب نے مریضوں سے معذرت کرتے ہوئے کلینک کو بند کرنے کا حکم فرمایا اور اسی حالت میں میڈیکل ایڈ بکس پکڑا اور ساتھ چل دیئے۔ راستے میں حکیم نیر واسطی صاحب کو بھی ہمراہ لے لیا۔ اتفاق سے اس وقت حکیم نیر واسطی صاحب کے ہاں ان کے ایک خاص دوست جو معروف حکیم تھے' راولپنڈی سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود ساتھ چل دیئے۔ گاڑی میں بیٹھے تو فرمایا اگر آپ برا نہ منائیں تو میں حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دے لوں۔

ڈاکٹر صاحب ہر روز داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضری دینے جاتے ہیں۔ نوکر کو پھولوں کے ہار دے کر بھیج دیتے مگر خود گاڑی میں ہی بیٹھے بیٹھے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ دعا مانگنے کے دوران میں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہیں مگر آج

Marfat.com

معمول کے خلاف آپ بارگاہ ہجویری رحمتہ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے۔ روضہ اقدس کی جالیوں کو چوم کے چوکھٹ پر سر رکھ دیا۔ رونا شروع کر دیا۔ پھر دعا مانگی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شرقپور شریف کی طرف چل دیئے۔

ادھر انتظار کی گھڑیاں لمبی ہو رہی تھیں۔ ملکانہ دروازہ میں انتظار کرنے والوں کا ایک عظیم ہجوم بے قرار و مضطرب تھا۔ وہ جونہی کسی گاڑی کی روشن بتیوں کو شہر کی جانب آتے دیکھتے تو انہیں یہ گمان گزرتا کہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم ضرور اس گاڑی میں ہو گا مگر وہ گاڑی جب قریب آتی تو نتیجہ ان کی امیدوں کے خلاف نکلتا۔

آخر وہ گاڑی بھی آگئی جس کا انتظار اس بے قرار ہجوم کو تھا۔ صاحبزادگان حضرت میاں غلام احمد صاحب اور حضرت میاں جمیل احمد صاحب اور صاحبزادہ حضرت محمد عمر بیربلوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ (حضور ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ) کے پاس تھے اور انتظار کرنے والوں میں حاجی فضل الٰہی صاحب مونگہ پیش پیش تھے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح بے قرار تھے۔ انہیں کسی پل سکون نہیں تھا وہ کبھی حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاتے اور کبھی اس ہجوم میں آ جاتے۔

گاڑی رکی تو ڈاکٹر صاحب (سید دلاور علی شاہ) سب سے پہلے گاڑی سے باہر نکلے۔ حاجی فضل الٰہی نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیئے گھر کی طرف جانے لگے تو سب سے آگے ڈاکٹر صاحب تھے۔ ان کے پیچھے حاجی فضل الٰہی مونگہ ان کے پیچھے حکیم نیر واسطی اور حکیم آغا دوست محمد صاحب تکمیلی اور راولپنڈی سے آئے ہوئے حکیم صاحب تھے۔

Marfat.com

بیٹھک کے دروازے پر صاحبزادگان ان حضرات کا انتظار کر رہے تھے۔ دیکھا تو آگے بڑھ کر ان معزز حضرات سے مصافحہ کیا۔ حضرت پیر بلوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بیٹھک میں چلے گئے۔ ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ صاحب جونہی دروازے پر پہنچے تو بے ساختہ اپنا سر چوکھٹ پر رکھ دیا منہ سے اسے چوما پھر باری باری آنکھوں پر بوسہ دیا۔ عرض کیا۔

یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے اس چوکھٹ پر دوبارہ سر رکھنے کی سعادت بخشی ہے ورنہ یہ کتا کس قابل تھا کہ اس دولت سنگ آستاں بوسی سے مستفید ہوتا۔

ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ بیماری کے درد وکرب تو برداشت کئے خاموشیوں کی چارپائی پر لیٹے تھے۔ ان کی آنکھیں ہر آنے والے کو دیکھ رہی تھیں مگر چپ تھے۔ دنیائے عقیدت کا محبوب بیمار پڑا تھا۔ ایک پورا میڈیکل بورڈ اس کے گرد جمع تھا۔ کوئی نبض دیکھ رہا تھا کوئی آنکھوں کے پپوٹے پرت پرت کر دیکھ رہا تھا۔ کسی نے سینے پر اسٹیتھو سکوپ رکھی ہوئی تھی اور اپنی دانست کے مطابق نتائج مرتب کر رہا تھا۔ آخر اس بات کا فیصلہ ہوا کہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کو لاہور لے جانا چاہیے۔ یہاں کی نسبت وہاں طبی سہولتیں زیادہ ہیں اور جلدی دستیاب ہیں۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب نے ایک انجکشن لگایا جس نے طبیعت کی بے چینیوں میں سکون پیدا کیا حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سکون کے ساتھ سو گئے۔ (ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لاہور نہیں لے جایا گیا)۔

یہ ڈاکٹر اور حکیم بیٹھک میں آ گئے۔ کسی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے دریافت

Marfat.com

کیا کہ آپ نے شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر سر رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے اس چوکھٹ پر دوبارہ سر رکھنے کی سعادت بخشی ہے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ پہلی بار آپ کب اور کیوں تشریف لائے تھے۔

یہ ایک راز ہے اگر نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔

راز تو بے شک ہے اور اگر اسے افشاء کیا گیا تو یقیناً" کئی لوگوں کو ایمان کی تازگی مل سکے گی۔

بہتر ہو گا اس بارے میں آپ حاجی فضل الٰہی مونگہ صاحب سے پوچھ لیں۔

اگر حاجی صاحب آپ کی اس داستان عقیدت سے آگاہ ہیں تو یہ بات راز نہیں بن سکتی۔ ہمارے اشتیاق کی آگ بجھایئے اور خود ہی اس راز نہاں کو عیاں فرمایئے۔

صاحبان عقیدت و محبت! بات دراصل یوں ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم رہا ہے کہ مجھے بچپن سے ہی اولیائے عظام سے عقیدت رہی ہے اور عمر کے ابتدائی حصے میں ہی کسی مرد کامل کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کی آرزو دل میں مچلنے لگی۔ میں کئی جگہوں پر گیا۔ مگر سکون قلب کی نعمت مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دی۔ غالباً" یہ 1922ء یا 1923ء کی بات ہے جب کہ میری بے چینیاں عروج پر تھیں۔ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا مگر پڑھائی میں دل نہ لگتا تھا میں لاہو سے بھاگا اور سید ھا شرقپور شریف میں آ کر دم لیا کیوں کہ میں سن چکا تھا کہ یہاں ایک مرد قلندر اپنے فیض بے پایاں سے ایک دنیا کو مستفیض فرما رہا ہے میں بیٹھک میں دیگر حضرات کے پیچھے بیٹھ گیا۔ بابا دین محمد (خواجہ دین محمد) باری باری ان میں سے ہر ایک کو حضرت صاحب رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ کی خدمت میں بھیج رہا تھا مگر میری باری نہ آئی۔

جوانی کے جذبوں اور محبت کی آگ کے شعلوں نے اسے ناانصافی پر محمول کیا۔ اب میں بابا دین محمد سے زبردستی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جانا چاہتا تھا مگر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خادم (بابا دین محمد) نے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔ میں نے کچھ اپنی ترنگ دکھائی اور بازو سے پکڑے جانے کے باوجود آگے بڑھنے لگا۔ میں نے بازو چھڑا لیا۔ اور تیزی دکھائی۔ بابا دین محمد نے مجھے ٹانگ سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا چپت لگائی اور چلتا کیا۔

میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملے بغیر واپس گھر آگیا مگر بے چینیاں، پہلے سے بھی زیادہ کھد بھد کھد بھد کرنے لگیں۔ ایک رات میں نے نوافل ادا کئے۔ بغداد کی طرف منہ کیا اور عرض کرنے لگا۔

حضور میں آپ کی اولاد میں سے ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قدم تو اولیاء کے کندھوں پر ہے۔ مگر آپ کے اولیاء مجھے قریب نہیں آنے دیتے۔ آپ ان کو ذرا سمجھائیں نا۔

یہ دعا کی اور سو گیا۔ صبح اٹھا تو دل پھر مضطرب تھا کس کے لیے ؟ کہاں جانے کے لیے ؟ کچھ پتہ نہیں تھا۔ دل جانا چاہا مگر طبیعت نہیں مانی۔ اجمیر شریف کا ارادہ کیا مگر مایوسی نے بے سہارا کر دیا۔ ملتان جانے کے بارے میں سوچا مگر دل نے نہ جانے کا مشورہ دیا۔ آخر شرقپور شریف کا خیال آیا تو بابا دین محمد کا ٹانگ کھینچ لینے کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ اب کہاں جاؤں ؟ جہاں بھی جانے کا قصد کرتا کوئی رکاوٹ سد راہ

Marfat.com

بن جاتی۔ اسی ادھیڑ بن میں دن بیت گیا۔ رات کو سویا تو بغداد کی طرف سے اشارہ ملا کہ شرقپور شریف میں ہی جاؤ۔ شرقپور شریف والے ہی آپ کو اپنی منزل اور راہ کا پتہ بتائیں گے۔

صبح ہوئی تو شرقپور شریف کی طرف منہ کر کے سفر کرنا شروع کر دیا۔ بیٹھک میں پہنچا تو وہی لوگوں کا ہجوم اور وہی بابا دین محمد۔ بابادین محمد کا برتاؤ میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ بابا میری طرف دیکھنے لگا۔ میں ان کے نزدیک زیادتی کرنے والا تھا۔ اور وہ وہی میری ٹانگ کھینچنے والا۔ ایسے لگتا تھا آج پھر بابا دین محمد کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگی۔ میں موقع کی تلاش میں تھا کہ بابادین محمد کی بے دھیانی سے فائدہ اٹھاؤں مگر وہ بھی تو ولی اللہ کی بارگاہ کا خادم تھا۔ اس کی آنکھیں ہر جانب دیکھ رہی تھیں۔

آخر ایک بھاری بھر کم شخص کو بلایا گیا۔ میں اس کی اوٹ میں جانے لگا۔ بابادین محمد کے قریب سے گزرا تو میں جس شخص کو اوٹ بنائے ہوئے تھا۔ اس کے آگے ہو کر بابادین محمد کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ یوں میں نے نصف سیڑھیاں طے کر لیں کہ اچانک بابادین محمد کی آنکھوں نے مجھے دیکھ لیا۔ کچھ ہلکا سا بے ہنگم شور ہوا اور ایک آہنی ہاتھ نے میرے کندھے کو دبوچ لیا۔ میں نے چھڑانے کی کوشش کی مگر بے سود' اتنے میں اعلیٰ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آواز آئی۔

"دین محمد! اسے آنے دو"۔

اب مجھے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے کی اجازت مل گئی۔ میرے آنے پر آپ رحمتہ اللہ علیہ میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا آپ جس چیز کی

Marfat.com

تلاش میں ہیں اس کا حصہ میرے پاس آپ کے لیے نہیں۔ بہر حال کچھ پڑھنے کو فرمایا اور میرے سینے پر انگلی لگائی۔ یہ انگلی کیا تھی۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے کسی ننگے تار سے لگ گیا ہو۔ میرے جسم کا رو نگٹا رو نگٹا ایستادہ ہو گیا۔ میری آنکھوں نے وہ کچھ دیکھنا شروع کر دیا جو ان سے اوجھل تھا۔ پھر فرمایا آپ جائیں اور یوں حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ سے میری شکایت نہ کیا کریں اس دن آپ آئے اور مجھ سے ملے بغیر واپس چلے گئے۔بابا دین محمد آپ کے سد راہ بنا۔ آپ کو آنے اور واپس جانے کی تکلیف ہوئی میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

میں گھر چلا گیا۔ اس رات مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ ماموں کانجن کے حضرت صاحب مجھے بلا رہے تھے۔ ایک دو دن کے بعد ماموں کانجن گیا تو حضرت صاحب میرے منتظر تھے۔ فرمانے لگے بڑی سفارشوں کے سہارے یہاں پہنچے ہو۔ آپ (پیر سید شوکت حسین شاہ صاحب) نے مجھے بیعت فرما لیا اور پھر خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت حاجی فضل الٰہی مونگہ نے کسی محفل میں آپ سے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب! میں آپ کے پیر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا نہیں حاجی صاحب میں اپنے پیر صاحب سے آپ کی ملاقات نہیں کرواؤں گا۔ آپ جب انہیں دیکھیں گے تو آپ بعض باتوں میں معترض ہوں گے۔ آپ کے یہ اعتراض بجا ہوں یا بے جا مجھے ناگوار گزریں گے اور پھر یقیناً" یہ ناگواری ہمارے محبت ریز روابط میں ایک خلیج حائل کر دے گی۔

راوی حاجی فضل احمد مونگہ شرقپوری (مصنف حدیث دلبراں)

ماہنامہ نور اسلام' اگست 1995ء

Marfat.com

دورِ جدید کے مسائل کے حل کے لیے عصرِ حاضر کے
مفکرین کے قلم کی نگارشات کا مطالعہ زندگی کے ہر
شعبہ کے ہر فرد کے لیے ازبس ضروری ہے

بفیضانِ کرم ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری دامت برکاتہم العالیہ

ہم اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں!

- رُوحانی شفاخانے
- فیض کے چشمے
- مقربینِ
- رموزِ خطابت
- طلباء کی تقریریں
- کربلا معنوی تحقیق کے آئینے میں
- علومِ نبوت
- مسئلہ اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- اختیاراتِ نبوت
- امراء بردرِ فقراء
- غازی علم دین شہید
- نورانیتِ مصطفےٰ
- سازشوں کا دیباچہ (قادیانیت)
- بات سے بات
- بنتِ حوا
- حقیقتِ استمداد
- جبر و قدر
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور ہماری زندگی
- ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء

اور ایسی بے شمار کتب
آپ کے میز کی زینت

کرم پبلی کیشنز

۲، سنٹر مارکیٹ، چوک اردو بازار، لاہور

7230515

Marfat.com

Marfat.com

فنِ تصوف کا عظیم شاہکار

چشمۂ فیضِ شیرِ ربّانی

حالات و تعلیمات

تالیف:

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

ناشر:

ادارہ علم و ادب، والٹن، لاہور

ملنے کا پتہ:

ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ:

مرکز میلاد، مدینہ سٹور، نزد زنجیر ز...

غازی روڈ لاہور

Marfat.com

فنِ تصوف کا عظیم شاہکار

چشمۂ فیضِ شیرِ ربّانی

حالات و تعلیمات

تالیف:

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

ناشر:

ادارہ علم و ادب، والٹن، لاہور

ملنے کا پتہ:

ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ:

مرکزِ میلاد، مدینہ سٹور، نزد رنجرز ہیڈکوارٹر

غازی روڈ لاہور

Marfat.com